وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں پس اسے انہی ناموں سے پکارو

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق انتہائی اہم بنیادی اور زریں قواعد پر
مشتمل فضیلۃ الشیخ علامہ محمد بن الصالح العثیمین رحمہ اللہ کی عظیم کتاب
"القواعد المثلیٰ فی الاسماء والصفات" کا اردو ترجمہ

المسمّٰی

توحید اسماء وصفات

ترجمہ وتقدیم

عبداللہ ناصر الرحمانی

نام کتاب : توحید اسماء وصفات (القواعد المثلی فی صفات اللہ وأسمائه الحسنی کا اردو ترجمہ)

مولف : فضیلۃ الشیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ)

مترجم : شیخ عبداللہ ناصر الرحمانی

صفحات : ۱۶۸

ناشر : مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

ASLIAHLESUNNET

:: www.AsliAhleSunnet.com ::

انتساب

میرا یہ متواضع سا عمل میرے شیخ، امیر اور مربی علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے نام منسوب ومعنون ہے۔ جنہوں نے مجھ ناچیز کو، جو درحقیقت آپ کا نوکر بننے کا بھی اہل نہیں تھا ایک طویل شرف خدمت ومصاحبت عطا فرمایا، یہ حقیری کوشش اسی تعلق وتوجہ کی ایک جھلک ہے۔ توحید اسماء وصفات کے موضوع پر شیخ رحمہ اللہ کی کتاب ''توحیدِ خالص'' ایک فقید المثال اور عدیم النظیر تألیف ہے۔ پاکستان میں توحید اسماء وصفات میں مسلکِ سلف کی ترجمانی میں شیخِ محترم کا کردار انتہائی وافر اور نمایاں ہے۔

میں اپنے شیخ رحمہ اللہ کو توحید اسماء وصفات میں، منہج سلف کے اثبات واقرار اور اس حوالے سے متاولین، متکلمین، حلولیہ، وجودیہ اور دیگر مشبوھین کے اوھام وشبہات کی تردید وتفنید میں اپنے دور کا ابن تیمیہ تصور کرتا ہوں۔

عاملہ اللہ بلطفہ ورضوانہ ،وتغمدہ برحمتہ وغفرانہ ،وأسکنہ اعلیٰ درجاتہ وفسیح جنانہ. (رحم اللہ امرأ قال آمینا)

عبداللہ ناصر الرحمانی

فہرست مضامین

فہرست مضامین	نمبر شمار
تقریظ از شیخ عبداللہ بن باز رحمہ اللہ	11
مقدمۃ از مترجم	13
مقدمۃ از مؤلف	19
اللہ تعالیٰ کے اسماء (ناموں) کے سلسلہ میں قواعد	22
پہلا قاعدہ:	
اللہ تعالیٰ کے تمام نام "حسنیٰ" یعنی اچھے اور پیارے ہیں	22
اللہ تعالیٰ کے ناموں میں حسن دو طرح سے ہے:	
(۱) ہر نام میں انفرادی طور پر (۲) ایک نام کو دوسرے نام کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے میں	24
دوسرا قاعدہ:	
اللہ تعالیٰ کے اسماء، اعلام واوصاف ہیں	25
معطلہ کی گمراہی کہ وہ اسماء، کوان سے معانی سلب کر کے مانتے ہیں	26
"الدھر" (زمانہ) اللہ کا نام نہیں ہے	28
تیسرا قاعدہ:	
اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں جو صفات اور معانی ہیں وہ یا تو متعدی ہوں گے یا لازم	28
چوتھا قاعدہ:	
اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی ذات وصفات پر مطابقۃً وتضمناً والتزاماً دلالت کرتے ہیں	30
اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کا لازم (اگر واقعتاً لزوم بنتا ہو) حق ہے	30
اللہ اور اسکے رسول کے علاوہ کسی اور کے قول کے لازم کے حکم کی تفصیل	31
پانچواں قاعدہ:	
اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں اور ان میں عقل کی کوئی گنجائش نہیں ہے......	33

چھٹا قاعدہ: اللہ تعالیٰ کے نام کسی مخصوص ومعین تعداد میں محصور نہیں 34
اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں کی تفصیل 36
قرآن مجید سے 36
احادیثِ رسول سے 39
ساتواں قاعدہ: اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد 39
الحاد کا معنی اور اسکی صورتیں 40
الحاد کا حکم 41

اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانے کے قواعد 42

پہلا قاعدہ:
اللہ تعالیٰ کی صفات، صفاتِ کاملہ ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے 42
اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے صفاتِ کمال ہونے پر نقلی، عقلی اور فطری دلائل۔ 42
اگر ایسی صفت جس میں نقص ہو، کمال نہ ہو وہ اللہ کے حق میں ممتنع۔ 44
کوئی صفت اگر ایک حالت میں صفتِ کمال اور دوسری حالت میں صفتِ نقص ہو، تو جس حالت میں وہ صفتِ کمال ہے اُس حالت میں وہ اللہ کیلئے ثابت ہے، اور جس حالت میں صفتِ نقص ہے اُس حالت میں ممتنع ہے۔ 46
عامۃ الناس کا یہ کہنا باطل ہے کہ جولوگ اللہ کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اللہ اُن کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔ 48
دوسرا قاعدہ:
صفاتِ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا دائرہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء کے دائرے سے وسیع ہے؛...... 48
تیسرا قاعدہ:
صفاتِ باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں: ثبوتیہ اور سلبیہ 50

صفاتِ ثبوتیہ 50
صفاتِ سلبیۃ 51
نفی صفتِ کمال نہیں الا یہ کہ وہ کمال کو متضمن ہو 52
چوتھا قاعدہ:
صفاتِ ثبوتیہ، صفاتِ مدح وکمال ہیں 54
صفاتِ سلبیۃ کے ذکر کے اغلب احوال بمع امثلہ 54
پانچواں قاعدہ:
اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) صفاتِ ذاتیہ (۲) صفات فعلیہ 55
(۱) صفاتِ ذاتیہ 55
(۲) صفات فعلیہ 55
اللہ تعالیٰ کی بعض صفت ذاتیہ اور فعلیہ دونوں ہوسکتی ہیں 56
اللہ تعالیٰ کی ہر وہ صفت جو اس کی مشیت سے ہے وہ حکمت کے تابع ہے 56
چھٹا قاعدہ:
اللہ تعالیٰ کی صفات کے اثبات کے سلسلہ میں دو انتہائی خطرناک اعتقادی گناہوں سے
بچنا ضروری ہے۔(۱) تمثیل (۲) تکییف 56
تمثیل کا بطلان عقلی ونقلی دلائل سے 56
تکییف کا بطلان عقلی ونقلی دلائل سے 58
اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش کے متعلق امام مالک کا قول ''اور قول کی اہمیت'' 59
تکییف سے چھٹکارا پانے کا طریقہ 60
ساتواں قاعدہ:
اللہ تعالیٰ کی تمام صفات توقیفی ہیں جن کے اثبات میں عقل کو کوئی دخل حاصل نہیں 60
اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کے قرآن وحدیث میں اثبات کا طریقہ 61

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق قواعد 62

پہلا قاعدہ :

وہ ادلہ جن سے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ثابت ہوتے ہیں، صرف دو ہیں:
(ا) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ (بمع عقلی نقلی دلیل) 62

دوسرا قاعدہ:

قرآن وسنت کے نصوص کے سلسلہ میں ایک ضروری اور اہم قاعدہ یہ ہے کہ انہیں ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے اور کسی قسم کی تحریف کا ارتکاب نہ کیا جائے (بمع عقلی نقلی دلیل) 66

تیسرا قاعدہ

نصوصِ صفات کے ظاہر کی دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت ہمیں معلوم ہے، جبکہ دوسری حیثیت مجہول ہے (بمع عقلی نقلی دلیل) 68

مفوضہ کے مذہب کا بطلان 70

سلفِ صالحین مفوضہ کے مذہب سے بری ہیں 70

تفویض کے ابطال میں شیخ الاسلام کا قول 70

چوتھا قاعدہ :

ظاہری نصوص سے مراد کسی بھی لفظ کا وہ معنی ہے جو اس لفظ کے سامنے آتے ہی فوراً ذہن میں آجائے۔ اسے "معنى متبادر الى الذهن" کہا جاتا ہے، بعض اوقات کسی لفظ کے معنی کا تعین سیاقِ کلام یا اضافت کی مناسبت سے ہوتا ہے 72

ایک لفظ کا ایک عبارت میں کچھ اور دوسری عبارت میں کچھ اور معنی ہوتا ہے (بمع امثلہ) 72

معنی متبادر الی الذہن کے حوالے سے لوگ تین اقسام میں بٹے ہوئے ہیں 73

القسم الاوّل 73

القسم الثانی 75

القسم الثالث 77

معطلہ کے مذہب کے باطل ہونے کی وجوہ 77

معطلہ کے مذہب کو مان لینے سے پانچ باطل چیزیں لازم آتی ہیں 81

معطلہ کا تناقض، ان میں سے بعض صفات کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں 84

ماتریدیہ اور اشاعرہ جن صفات کی بحجتِ عقل نفی کرتے ہیں، ان کا بحجتِ عقل بھی اثبات ممکن ہے، بالکل اسی طرح یہ حضرات بحجتِ عقل بعض صفات کو مانتے ہیں 84

اللہ تعالیٰ کی اسماء وصفات کے متعلق اشاعرہ اور ماتریدیہ کے منہج سے معتزلہ اور جہمیہ کے شبہات کا رد ممکن نہیں ہے 86

ہر مُعطِّل، مُمَثِّل ہے اور ہر مُمَثِّل مُعطِّل ہے 88

اہل تأویل کے چند شبہات اوران کا ازالہ 90

بعض اہل تأویل نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بھی بعض نصوص کو ان کے ظاہری معنی سے پھیرا ہے اور تأویل کے مرتکب ہوئے ہیں 90

اہل تأویل کے اس شبہ کا دو طریقوں سے جواب:

(۱) مجمل جواب 90

(۲) مفصل جواب بمع امثلہ 91

تین اشیاء میں تأویل کے متعلق امام احمد کے متعلق جھوٹی حکایت 91

پہلی مثال: حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے......الحدیث۔ اور اُس کا جواب 91

دوسری مثال: تمام بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں......الحدیث۔ کا جواب 93

تیسری مثال: میں رحمٰن کا نفس یمن کی طرف پاتا ہوں......الحدیث۔ کا جواب 94

چوتھی مثال: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ...... الایۃ﴾ کا جواب 95

پانچویں اور چھٹی مثال: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ کا جواب 96

صفت ''معیت مع الخلق'' کو اختلاط اور حلول کے معنی میں لینا کئی وجوہ سے باطل ہے 97

حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اس امر کو مقتضی ہے کہ وہ باعتبارِ علم، قدرت، سمع، بصر، تدبیر، بادشاہت اور شانِ ربوبیت کی دیگر متقاضیات کے ساتھ پوری خلق کا احاطہ کیئے ہوئے ہے، جبکہ اس کی ذاتِ اقدس پوری خلق کے اوپر عرش پر مستوی ہے 98
''معیت'' قطعاً اس بات کی متقاضی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے اندر موجود ومختلط ہے
شیخ الاسلام کا کلام: ''کہ اللہ اپنے عرش پر ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے، حق ہے اور اپنی حقیقت پر قائم ہے'' کی توجیہ 105
تتمۂ بحث: اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ معیت کے سلسلہ میں لوگوں کی اقسام 107
تنبیہ: علماءِ سلف سے اللہ تعالیٰ کی معیت کی تفسیر 108
ایک اور تنبیہ: اللہ تعالیٰ کا علو قرآن، حدیث، عقل، فطرت اور اجماع سے ثابت ہے 108
ساتویں اور آٹھویں مثال: ﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ کا جواب 114
نویں اور دسویں مثال:: ﴿تَجْرِیْ بِأَعْيُنِنَا﴾ ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ﴾ کا جواب 116
گیارہویں مثال: [ومایزال عبدی یتقرب ......الحدیث] کا جواب 118
بارہویں مثال: [من تقرب منی شبرا تقربت الیہ ......الحدیث] کا جواب 122
تیرہویں مثال: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيْنَا أَنْعَامًا﴾ کا جواب 126
چودھویں مثال: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ کا جواب 129
پندرہویں مثال: [یاابن آدم مرضت فلم تعدنی](الحدیث) کا جواب 131
خاتمہ 135
اشاعرہ کا مذہب باطل کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ان کی تعداد دنیا بھر کے مسلمانوں میں ۹۵٪ ہے اور ان کا امام ابوالحسن الأشعری جیسی شخصیت ہے۔ اس شبہ کا جواب 135
متأخرین اشاعرہ جو امام ابوالحسن الاشعری کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں وہ ان کی صحیح معنی میں اقتداء کا حق ادا نہ کرسکے 136
عقیدہ کے باب میں، ابوالحسن الاشعری کی زندگی کے تین مراحل، اور ان کا بیان 137

وہ سات صفات جنہیں اشاعرہ بلا تأویل مانتے ہیں 139
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اشاعرہ کے متعلق کلام 139
شیخ الاسلام کے شاگرد ابن القیم کا اشاعرہ کے متعلق کلام 140
متأخرین جن کا کہنا ہے کہ آیاتِ صفات کا معنیٰ ظاہر اور متبادر الی الذہن ماننے سے
مخلوقات سے تشبیہ لازم آتی ہے، کے متعلق شیخ محمد امین الشنقیطی کا کلام 140
امام ابوالحسن الأشعری نے آخری عمر میں اہل السنۃ کے مذہب کو اختیار کر لیا تھا 143
اس بات کا جواب کہ اشاعرہ کیسے باطل ہوسکتے ہیں حالانکہ ان میں بڑے بڑے علماء اور
معروف دُعاۃ موجود ہیں 143
کسی کا قول قبول کرنے کیلئے محض اس کی نیت کا اچھا ہونا کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ
وہ قول اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بھی موافق ہو 145
کیا اہل تأویل کی تکفیر یا تفسیق جائز ہے؟ 145
کسی بھی مسلمان پر کفر یا فسق کا فتویٰ لگانے سے قبل دو چیزوں کو دیکھنا ضروری ہے:
ایک یہ کہ قرآن یا حدیث کی نص موجود ہو کہ اس شخص کا کوئی قول یا فعل کفر کو موجب
و مستلزم ہے 147
دوسری چیز یہ کہ جس شخصِ معین کو اس کے کسی قول یا فعل کی بنیاد پر کافر یا فاسق کہا
جارہا ہے، اس پر تکفیر یا تفسیق کی تمام شروط واقعتاً منطبق ہورہی ہیں، نیز یہ کہ تکفیر یا تفسیق
کے جو موانع یا جو رکاوٹیں ہیں، وہ ان سب کو عبور کر چکا ہے۔ 147
فرائض کا انکار کرنے والا اگر نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے تو اسکی تکفیر نہ کیجائے...... 148
تکفیرِ مطلق اور تکفیرِ معین کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا کلام 149
اللہ تعالیٰ کی صفتِ معیت کے متعلق شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے ایک مقالے کا مکمل متن 155

تقریظ

سماحۃ الشیخ الامام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن اھتدی بھداہ، أما بعد

ایک انتہائی عظیم الشان کتاب ہماری نظر سے گزری، جو ہمارے بھائی فضیلۃ الشیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین کی تالیف ہے، جس کا موضوع توحیدِ اسماء وصفات ہے اور نام "القواعد المثلیٰ فی صفات اللہ وأسمائہ الحسنیٰ" ہے۔

میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک سنا، اور اسے بڑی علمی اور واضح کتاب پایا، یہ کتاب اسماء وصفات کے باب میں سلف صالحین کے عقیدہ پر مشتمل ہے، اس میں اسماء وصفات کے تعلق سے انتہائی اہم قواعد، اور بہت سے علمی نکات ذکر ہوئے ہیں، خاص طور پر قرآن وحدیث میں وارد اللہ تعالیٰ کی صفتِ معیت اور اس کی دونوں قسموں: معیتِ خاصہ اور معیتِ عامہ کا اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین کی روشنی میں بڑی نفیس بحث موجود ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت مع الخلق حق ہے، اور اپنی اس حقیقت پر قائم ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے، یہ معیت مخلوق کے ساتھ اختلاط اور امتزاج کو ہرگز متقاضی نہیں ہے..... بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، بالکل اسی معنی کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس کی معیت مع الخلق اس امر کی متقاضی ہے کہ وہ اپنی خلق کے تمام احوال وامور سے مکمل علم وآگاہی رکھنے والا، اور اپنی مخلوق کا پوری طرح احاطہ کیئے ہوئے ہے، ان کی تمام باتوں اور حرکتوں کو سنتا ہے اور ان کے تمام ظاہری وباطنی احوال کو دیکھتا ہے (یہ معیتِ عامہ کا معنی ہے) جبکہ معیتِ خاصہ جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء واولیاء اور جملہ مؤمنین کے ساتھ ہے میں سابقہ تمام معانی کے ساتھ ساتھ حفاظت وصیانت اور نصرت وتائید وتوفیق وغیرہ کا معنی پایا جاتا

ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس نافع کتاب میں فرقِ باطلہ معطلہ ،مشبہہ ،حلولیہ اور قائلین وحدۃ الوجود کا انتہائی قوی اور مدلل رد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ،اوران کے اجر وثواب میں خوب اضافہ فرمائے ،اور ہمیں اور انہیں علم ،ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔

اس کتاب کے تمام پڑھنے والوں اور جملہ مسلمانوں کیلیئے نافع بنادے بلاشبہ وہی دعا قبول کرنے کے اہل اور ہر چیز پہ قادر ہے۔

اس ''تقریظ'' کو فقیر الی اللہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ،اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے ،نے اپنے کاتب کو املا کروایا۔وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه.

الرئيس العام لإدارات البحوث العلمية والإفتاء ولدعوة والارشاد

مقدمہ ازمترجم

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله. وبعد:

زیرِ نظر مختصر مگر انتہائی جامع رسالہ موسوم بہ ''توحید اسماء وصفات'' دیارِ عرب کے عظیم محدث اور فقیہ فضیلۃ الشیخ محمد الصالح العثیمین رحمہ اللہ کی انتہائی عظیم الشان، رفیع القدر اور جامع تألیف موسوم بہ ''القواعد المثلیٰ فی صفات اللہ وأسمائه الحسنی'' کا اردو ترجمہ ہے۔

اس کتاب کا موضوع توحید اسماء وصفات ہے، جو توحید کی انتہائی اہم قسم ہے، علماءِ کرام نے توحید اسماء وصفات کے علم کو تمام علوم سے اعلیٰ، اَشرف اور اہم قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: (مزید فرماتے)

'' وباب الصفات من أهم أبواب الاسلام ومن أشرف المعارف الإلٰهيه وأعظم العلوم ''یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا باب، ابواب اسلام میں سب سے اہم، معارفِ الٰہیہ میں سب سے اشرف واکرم اور تمام علوم میں سب سے اعظم علم ہے...... اسکی وجہ بہت واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال فی الخلق کی معرفت کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات وافعال کا ذکر دیگر احکام کے ذکر سے کہیں زیادہ ہے، بعض علماء نے تو توحید اسماء وصفات کو نصفِ ایمان قرار دیا ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''مفتاح دار السعادة ''(۸۶/۱) میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علم کو ہر علم کا اصل کہا ہے، اور اس کی معرفت کو بندہ کی ہر سعادت وکمال اور دنیا وآخرت کی تمام مصالح کی اَساس قرار دیا ہے...... یہ بھی فرمایا ہے، کہ بندہ کی تمام تر سعادت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے ساتھ قائم ہے، جبکہ اسماء وصفات سے جہل، اصلِ شقاوت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث [ان لله تسعة وتسعين اسما من أحصاها دخل الجنة] (متفق علیہ) اسی سعادت کی غماز ہے؛ کیونکہ یہ حدیث واضح اعلان کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرنے والے، انکے معانی کی فقہ وفہم طلب کرنے والے اور انکے مقتضیٰ پر عمل کرنے والے کا ٹھکانہ صرف جنت ہے۔

مگر افسوس بجوائے قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ توحید کی اس انتہائی اہم قسم

کے تعلق سے بہت سے گمراہ فرقے الحاد وزندقہ کا شکار ہو گئے...... چنانچہ جہمیہ جو ''جہم بن صفوان'' کے پیروکار تھے، نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار ہی کر ڈالا، اسی لیئے انہیں ''نفاۃ'' یا ''معطلہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بالغ جهم فی نفی التشبیه حتی قال ان اللّٰہ لیس بشـی'' (فتح الباری: ۱۳/ ۴۲۷) یعنی جہم بن صفوان نے تشبیہ کے خودساختہ محذور سے بچنے کے لیئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس قدر انکار کیا کہ یہاں تک کہہ گیا کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انا لنحکی کلام الیهود والنصری ونستعظم ان نحکی قول جهم'' (فتح الباری: ۱۳/ ۴۲۸) یعنی ہم یہود ونصاریٰ کی (مبنی بر کفر) باتیں بیان کرتے ہیں مگر جہم بن صفوان کے اقوال نقل کرنا ہم پر بڑا گراں گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول بکیر بن معروف: سلم بن احوز نے جب جہم بن صفوان کو قتل کیا تو اس کا چہرہ فوراً خوفناک حد تک سیاہ ہو گیا (فتح الباری: ۱۳/ ۴۲۹)

امام لالکائی فرماتے ہیں: جہم بن صفوان کا قتل ۱۳۲ھ میں ہوا (حوالہ مذکورہ۔)

دوسرا فرقہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد کا شکار رہا مشبھہ کا ہے، یہ مقاتل بن سلیمان کے پیروکار تھے، یہ ملاحدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ کے قائل تھے (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

فرقہ معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو الفاظ کی حد تک مانا، مگر انکے معانی ومسمّیات کا انکار کر دیا۔

فرقہ اَشعریہ نے اللہ تعالیٰ کی صرف سات صفات کو منہج سلف کے مطابق مانا (یعنی ان میں کسی قسم کی تاَویل نہیں کی) جبکہ بقیہ تمام صفات میں اپنی من مانی کی، تاَویلوں کے مرتکب ہو گئے۔

واضح ہو کہ مندرجہ بالا فِرَق کے مذکورہ تمام مناہج جو تعطیل، تحریف، تشبیہ یا تاَویل پر قائم ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات میں الحاد قرار پاتے ہیں، جن سے بچنے اور ان تمام ملاحدہ کو چھوڑ دینے کی تاکید وارد ہوئی ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَائِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۰) ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تم اسے انہی ناموں کے ساتھ پکارو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (کج روی) کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیئے کی ضرور سزا ملے گی)

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد کی ان تمام صورتوں نے سلف صالحین کو مبتلائے حیرت کردیا، چنانچہ انہوں نے ان ملاحدہ کے اقوال کو یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے مقالات سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا، اوران سب کے رد کیلئے کمربستہ ہوگئے، کیونکہ اہلِ بدعت کی تردید وتفنید لازمی امور میں شمار ہوتی ہے، امام یحیٰی بن یحیٰی بن بکیر کا قول ہے:

''الذب عن السنة افضل من الجهاد ''یعنی سنت کا دفاع جہاد سے افضل ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اہلِ بدعت کی تردید وتفنید کے واجب ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اہلِ بدعت کی تردید کو اعتکاف اور قیام اللیل سے افضل قرار دیا ہے۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: اللہ کی رضا کیلئے اہلِ بدعت پر رد کرنے والا، مجاہدین فی سبیل اللہ، وارثینِ انبیاء اور خلفاءِ رُسل میں سے ہے۔

امام اسد بن موسیٰ نے بھی ردِ اہل بدعت کو جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔

اسی قسم کا قول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔

اہلِ بدعت کے تردید کی اساس رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد](صحیح بخاری)

ترجمہ:[جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ مردود ہے)

یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالحین اھل الحدیث ان تمام بدعات کے رد میں پیش پیش رہے۔ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے کتاب الایمان میں اور پھر کتاب التوحید میں قدریہ، مرجۂ، جبریہ، معتزلہ، جہمیہ، رافضہ اور جمیع اہلِ تأویل پر رد کیا۔

مسئلہ اسماء وصفات میں خاص طور سے متقدمین اور متأخرین نے کثرت سے لکھا، اور بہت سی مؤلفاتِ نافعہ تصنیف فرمائیں۔ بالخصوص شیخ الاسلام کے مختلف رسائل، جن میں ''الفتوىٰ الحموية '' ''العقيدة الواسطية ''اور''الرسالة التدمرية ''خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے شاگرد حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے''اجتماع الجيوش الاسلامية على غزو المعطله الجهمية ''میں اسی موضوع کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ اس کے علاوہ''القصيدة النونية '' ''الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة'''' مفتاح دار السعادة ''اور ''مدارج السالكين ''میں بھی جابجا یہ موضوع ملتا ہے۔ اس کے علاوہ''اسماء الله

الحسنی'' کے نام سے بھی ان کی تالیف موجود ہے

اس کے علاوہ امام ابوالحسن الأشعری کی ''الابانة عن اصول الدیانة''، امام ابن خزیمہ کی ''کتاب التوحید'' حافظ ابوالشیخ الاصبہانی کی ''کتاب العظمة''، امام ابن قدامۃ المقدسی کی ''لمعة الاعتقاد'' نیز ''اثبات صفة العلو'' ۔امام لالکائی کی ''شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة''، امام ذھبی کی ''العلو للعلی الغفار''، حافظ ابن ابی العزالحنفی کی ''شرح العقیدة الطحاویة''، امام ابوالقاسم الاصبہانی کی ''الحجة فی بیان المحجة''، امام ابوبکر بن عاصم کی ''السنة'' اور امام عثمان بن سعید الدارمی کی ''الرد علی البشر المریسی'' قابلِ ذکر ہیں۔

علماءِ معاصرین میں سے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے منہج سلف صالحین کے ایضاح وتبیین کے سلسلہ میں بہت سے نمایاں نام آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں، جن میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، محدثِ دیارِ شام شیخ محمد ناصرالدین الالبانی، شیخ حمود بن عبداللہ التویجری رحمہم اللہ، شیخ صالح الفوزان، شیخ عمر سلیمان الأشقر، شیخ محمد خلیل هراس، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین، شیخ عبدالمحسن العباد، شیخ عبدالعزیز محمد السلمان، شیخ محمد ربیع هادی المدخلی، شیخ عبدالرحمٰن بن صالح الحمود، شیخ محمد حامدالفقی حفظھم اللہ قابل ذکر ہیں۔

لیکن ہم سب سے نمایاں اور متمیز مقام، کتابِ ھذا کے مؤلف فضیلۃ الشیخ محمد الصالح العثیمین کو دیتے ہیں، جنکے اس موضوع پر ہزاروں علمی دروس (جو سب مسجل ہیں) کے ساتھ بہت سی کتبِ نافعہ اور بہت سے متون پر شروح موجود ہیں، چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) شرح لمعة الاعتقاد،للمقدسی (۲) تقریب التدمریة

(۳) شرح رسالة التدمریة ،لشیخ الاسلام (۴) فتاویٰ العقیدة

(۵) المحاضرات السنیة فی شرح العقیدة الواسطیة،لشیخ الاسلام

(۶) ازالة الاستار عن الجواب المختار لهدایة المحتار

(۷) القواعد الطیبات فی الاسماء والصفات،وغیر ذلک

زیرِ نظر کتاب ''القواعد المثلیٰ فی صفات اللہ واسمائه الحسنیٰ'' کا موضوع کتاب کے نام سے واضح ہے، اس کتاب میں شیخ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے حوالے سے منہجِ سلفِ صالحین کی روشنی میں بڑے نافع اور جامع قواعد بیان فرمائے ہیں۔ نیز

اللہ تعالیٰ کی صفات میں الحاد کے شکار گمراہ فرقوں جھمیہ ،مشبھہ ،اشعریہ وغیرہ کے ساتھ نہایت علمی مناقشہ فرمایا ہے،اور جن باطل قواعد پر انکے مذاہب کی بناء ہے،انہیں کتاب وسنت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں غلط ثابت کر کے اس بناء کو مسمار کر دیا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں خاص طور پر گروہِ اُشاعرہ کا علمی محاسبہ ومؤاخذہ فرمایا ہے،جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اُشاعرہ کی کثرتِ تعداد کے بڑے بڑے دعوے کیئے جاتے ہیں......خود ہمارے برصغیر ہندو پاک میں فقہی اعتبار سے حنفی کہلانے والے عقیدہ میں اُشعری نسبت کے حامل ہیں،ان کے مدارس میں عقیدہ اشعریہ پر مشتمل کتاب ''شرح العقائد النسفیۃ '' ودیگر کتب داخلِ نصاب ہیں۔

واضح ہو کہ اُشاعرہ ،جھمیہ اور معتزلہ کی طرح صفات باری تعالیٰ کے منکر تو نہیں،لیکن متاول ضرور ہیں،اور تاْ ویل کا مُفسِد ہ انتہائی خطرناک ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے فتنۂ تاویل کو،فتنۂ تعطیل سے بھی بدتر قرار دیا ہے،چنانچہ وہ تاْ ویلِ صفات کے انکارِ صفات سے زیادہ بدتر ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' تاویلِ نصوص،تشبیہ،تعطیل،نصوصِ کتاب وسنت کے ساتھ کھیل اور تماشہ اور نصوص کے ساتھ بدگمانی کو شامل ہے،نیز یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام کے استخفاف کو موجب ہے۔تاویل کا یہ راستہ اس امر کا بھی موھم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام کا ظاہر تشبیہ کا متقاضی ہے،نیز یہ کہ انکے متکلمین جو خود متحیرین ہیں،ناطقِ وحی سے زیادہ عالم اور فصیح ہیں(انتھی نقلا من کتاب ''الماتریدیہ ''للشیخ الشمس السلفی الافغانی)

توحیدِ اسماء وصفات کی خدمت اور اسکے ایضاح وبیان کے سلسلہ میں سرزمینِ پاکستان میں سرفہرست ایک ہی نام ملتا ہے،جس کا ذکر نہ کرنا جفاء اور ناانصافی ہوگی وہ نام ہمارے شیخ،مربی اور امیر فضیلۃ الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا ہے،جنہوں نے سرزمینِ پاکستان نیز بیرون ممالک میں تاویلِ صفات کے جمود کو توڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا،جسکی گواہی آپکی تفسیر ''بدیع التفاسیر '' آپکی انتہائی جامع اور قیم کتاب ''توحیدِ خالص ''نیز ''توحیدِ ربانی ''اور ان سب کے ساتھ ساتھ آپکے علمی محاضرات وخطبات دیں گے(فجزاہ اللہ خیرا)

قارئین کرام:اس کتاب اور اس موضوع کی دیگر تمام کتب کے سلسلہ میں ہماری تمام محنت اور کدوکاوش اس امر کی متقاضی ہے کہ توحید اُسماء وصفات کا صحیح فہم حاصل کیا جائے،اور وہ وہی فہم

ہے جس پر سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور أئمہ سلف قائم تھے، جو چند جملوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور اللہ تعالیٰ کے تمام أسماء وصفات ثابت وحق ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے، اور وہ ایمان بلاتعطیل، بلاتحریف، بلاتکییف، بلاتشبیہ اور بلاتأویل ہو...... بقیہ تمام تفصیلات کتاب کے مطالعہ سے آپ کے سامنے آجائیں گی۔

کتاب کے سلسلہ میں ایک ضروری گزارش یہ ہے کہ ممکن ہے بعض قارئین کیلئے بعض دقیق مباحث کا فہم کچھ مشکل ہو، ہم انہیں ان مباحث کے فہم کیلئے علماء سے رجوع کا مشورہ دینگے۔ یہ بات موجب اجر بھی ہوگی اور معاونِ فہم بھی، نیز کسی غلطی سے محفوظ رہنے کا باعث بھی ہوگی۔

کتاب ھذا کی تیاری میں سب سے وافر حصہ ہمارے فاضل دوست فضیلۃ الشیخ علی بن عبداللہ النمی التمیمی رئیس ''مکتبہ عبد اللہ بن سلام'' کی انتہائی مفید توجیہات وارشادات کا ہے، نیز ان کا جمیع مراحل میں تعاون بھی انتہائی قابلِ قدر ہے، کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں ہمارے فاضل شاگرد مولانا داؤد شاکر کے گرانقدر تعاون کو فراموش کرنا ناممکن ہے، کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ، تخریج اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں ان کا تعاون انتہائی مثالی اور قابلِ تعریف ہے۔ کتاب کی کمپوزنگ کے سلسلہ میں ہمارے شاگرد حافظ زبیر اسماعیل، اور طباعت کے سلسلہ میں سعد بن عبدالعزیز جو مکتبہ عبداللہ بن سلام کے مارکیٹنگ مینیجر بھی ہیں کی محنتِ شاقہ حوصلہ افزاء ہے۔ ہمارے شاگرد، عبداللہ شمیم اور عثمان صفدر طالبعلم المعهد السلفی، جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی اعتبار سے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، نے بھی کتاب کے جملہ مراحل کی تیاری میں بھرپور ساتھ دیا، مستقبل میں ان سے علمی میدان میں اچھی توقعات وابستہ ہیں (زادهم الله علما)

اللہ تعالیٰ ان سب ساتھیوں کو سعادت دارین سے نوازے، اور میری اس سعی متواضع کو روزِ قیامت میرے میزانِ حسنات کا ذخیرہ بنادے، اس کتاب کا نفع عام فرمادے، میرے لیئے، اور میرے والدین واساتذہ کرام کیلئے اسے بطورِ صدقہ جاریہ قبول فرمالے، اور ہمارا یہ بے راہ روی کا شکار معاشرہ جو توحید اور اطاعت ومحبتِ رسول ﷺ سے دوری کی وجہ سے تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے، ہدایت وتوفیق عطا فرمادے (وهو السميع القريب المجيب الدعوات وبنعمته تتم الصالحات، وصلى الله على نبيه وآله وصحبه وأهل طاعته أجمعين.

وکتب ذلک/ عبداللہ ناصر الرحمانی عفا اللہ عنہ

مدیر: مکتبة عبدالله بن سلام لترجمة كتب الاسلام فرع (۱)

الحمدلله ، نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا ،من يهده الله فلامضل له ومن يضلل فلاهادى له ، وأشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له،وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى اله واصحابه ،ومن تبعهم باحسان ، وسلم تسليما. وبعد :

ایمان باللہ کے ارکان میں سے ایک اہم رکن اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا ہے،

ایمان باللہ کے ارکان یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر ایمان۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علم کا مقام ومرتبہ:

توحید اسماء وصفات،توحید کی تین اقسام میں سے ایک مستقل قسم ہے۔(وہ تین اقسام یہ ہیں)

(۱) توحیدِ ربوبیت

(۲) توحیدِ الوہیت

(۳) توحیدِ اسماء وصفات

توحید اسماء وصفات (جو ہمارے اس رسالے کا اصل موضوع ہے) کا دین میں مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے اور اسکی اہمیت نہایت عظیم ہے،انسان کے لئے اس وقت تک مکمل واکمل طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ممکن نہیں ہے جب تک اسے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا علم نہ ہو۔(اس علم کی برکت سے) وہ بڑی بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾(الاعرف:۱۸۰)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں پس انہی ناموں کے ساتھ اسے پکارو)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ دعا کرنے کا حکم ہے، اس دعا سے مراد دعاءِ مسئلہ بھی ہے اور دعاءِ عبادت بھی۔ دعاءِ مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت رکھیں تو ایسے نام کا واسطہ دیں جو آپ کی حاجت کے مطابق اور مناسب ہے،

مثلاً: یَاغَفُوْرُ اِغْفِرْلِیْ (اے گناہوں کے معاف فرمانے والے! مجھے معاف فرمادے)

یَارَحِیْمُ اِرْحَمْنِیْ (اے رحیم! مجھ پر رحم فرما۔

یَاحَفِیْظُ اِحْفَظْنِیْ (اے حفیظ! میری حفاظت فرما۔

دعاءِ عبادت کی صورت یہ ہے کہ آپ ان اسماء وصفات کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس ذات کی بندگی کریں۔ مثلاً:

آپ توبہ کریں؛ کیونکہ وہ اللہ "التواب" یعنی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آپ اپنی زبان سے اس کا ذکر کریں؛ کیونکہ وہ "السمیع" یعنی سننے والا ہے۔

آپ اپنے اعضاء سے اس کی بندگی کریں؛ کیونکہ وہ "البصیر" دیکھنے والا ہے۔

آپ تنہائیوں اور دل کی گہرائیوں سے اس سے ڈرتے رہیں؛ کیونکہ وہ "اللطیف الخبیر" یعنی بڑا ہی باریک بین اور باخبر رہنے والا ہے۔ اس طرح دیگر اسماء وصفات کے تقاضوں پر غور کرتے جایئے۔

اس کتاب کا سببِ تألیف:

توحیدِ اسماء وصفات کے علم کے اس مقام ومرتبہ کے پیشِ نظر، اور نیز یہ دیکھتے ہوئے کہ اس علم کے حوالے سے لوگوں کی گفتگو کبھی تو مبنی برحق ہوتی ہے اور کبھی محض باطل، اور باطل گفتگو کے پیچھے کبھی تو ان کی جہالت کارفرما ہوتی ہے اور کبھی تعصب، میں نے یہ بہتر سمجھا کہ اس مبارک علم کے حوالے سے کچھ قواعد تحریر کردوں۔

اللہ تعالیٰ سے اس امید اور دعا کے ساتھ کہ وہ میرے اس عمل کو اپنی ذات کیلئے خالص اور اپنی رضا کے عین موافق بنادے، نیز اسے اپنے بندوں کیلئے نفع بخش بنادے۔ میں نے اس رسالے کا نام ''اَلْقَوَاعِدُ الْمُثْلٰی فِیْ صِفَاتِ اللهِ وَأَسْمَائِهِ الْحُسْنٰی'' رکھا ہے۔

(محمد صالح عثیمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفصل الاول

(اللہ تعالیٰ کے اسماء (ناموں) کے سلسلہ میں قواعد)

پہلا قاعدہ:

(اللہ تعالیٰ کے تمام نام ''حسنیٰ'' یعنی اچھے اور پیارے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (الاعراف:۱۸۰)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ (پیارے پیارے نام) ہیں)

''حُسْنٰى'' سے مراد یہ کہ ایسے نام جو حسن وخوبی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی نام ہیں ان کے اندر پوشیدہ صفات اس قدر کامل ہیں کہ ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں پایا جاتا، نہ فعلاً کوئی نقص موجود ہے اور نہ احتمالاً کسی نقص کی گنجائش ہے۔

مثال نمبر(1) ''اَلْحَيُّ'' یعنی (زندہ) یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جو اپنے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی حیاتِ کاملہ کا معنی لیئے ہوئے ہے، ایسی حیات جس سے قبل کوئی عدم نہیں تھا اور نہ کبھی اسے زوال یا فنا لاحق ہوگا...... ایسی حیات جو علم، قدرت اور سمع وبصر وغیرہ جیسی صفاتِ کمال کو پوری طرح مستلزم ہو۔

مثال نمبر(2) اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''اَلْعَلِيْمُ'' یعنی (جاننے والا) ہے۔ یہ اسمِ مبارک، اللہ تعالیٰ کے ایسے علم کامل کو اپنے ضمن میں لیئے ہوئے ہے جس سے قبل کسی قسم کا کوئی جہل نہیں تھا اور نہ اسے کبھی کوئی نسیان لاحق ہوگا...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ (طٰہٰ:۵۲) ترجمہ: (ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے، نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے)

اس ذاتِ علیم کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ جملۃً وتفصیلاً ہر شئ کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ اپنے اور اپنی تمام مخلوقات کے جملہ افعال سے خوب خوب آگاہ ہے۔

درج ذیل آیات کریمہ ملاحظہ ہوں:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَافِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَاتَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّايَعْلَمُهَا وَلَاحَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَارَطْبٍ وَلَايَابِسٍ اِلَّافِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام:۵۹)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں (خزانے) ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے، مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں)

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ھود:۶)

ترجمہ: (زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں، وہی انکے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور انکے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے)

﴿يَعْلَمُ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (التغابن:۴)

ترجمہ: (وہ آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو وہ (سب کو) جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ تو دلوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے)

مثال نمبر (3) اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام "اَلرَّحْمٰنُ" ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کو اپنے ضمن میں لیئے ہوئے ہے، جس رحمتِ کاملہ کا رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث میں یوں ذکر کیا [لله ارحم بعباده من هذه بولدها] ترجمہ: [اس عورت کے دل میں اپنے

بچے کیلئے جو رحمت ومحبت ہے، اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے]

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے ایک ماں کے متعلق فرمائی جو بڑی بے چینی سے اپنا گمشدہ بچہ تلاش کر رہی تھی بالآخر جنگی قیدیوں کے درمیان اسے پالیتی ہے اور اپنے سینے سے چمٹا کر اسے دودھ پلانے لگتی ہے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری (۵۹۹۹) ومسلم کتاب الرقاق میں امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے موجود ہے۔

نیز "الرحمٰن" نام اس وسیع رحمت کو ضمن میں لیئے ہوئے ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (الاعراف:۱۵۶)

ترجمہ: (میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے)

نیز ملائکہ کی مؤمنین کیلئے قرآن میں مذکور دعا کے اندر بھی اس وسیع رحمت کا ذکر ہے۔

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ (المؤمن:۷)

ترجمہ: (اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے)

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں حسن وخوبی ایک تو اس اعتبار سے ہے کہ اس کا ہر نام اپنی جگہ انتہائی خوبصورت اور پیارا ہے......اور دوسری اس اعتبار سے کہ ایک نام کو دوسرے نام کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے میں مزید حسن وکمال حاصل ہوتا ہے۔

اس کی مثال: "العزیز الحکیم" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے ان دونوں ناموں کو بہت سی جگہوں پر ذکر کیا ہے۔ جس سے ان دونوں ناموں میں سے ہر نام میں دوسرے نام کی وجہ سے ایک خصوصی کمال حاصل ہو گیا۔ اور وہ اس طرح کہ "العزیز" میں عزۃ یعنی (غلبہ) کا معنی، جبکہ "الحکیم" میں حکم اور حکمت کا معنی پایا جاتا ہے۔ (یہ دونوں وصف "غلبہ اور حکمت" اللہ تعالیٰ میں بدرجۂ کمال موجود ہیں) لیکن ان دونوں کو اکٹھا کرنا ایک اور کمال پر دلالت کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غالب ہونا، حکمت کے ساتھ مقرون ہے، چنانچہ اس کا غالب ہونا کسی

ظلم وزیادتی کو متقاضی نہیں ہے، جیسا کہ انسانوں میں سے کسی کو کہیں کچھ غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ اپنے غلبہ اور طاقت کے بل بوتے پر ظلم وجور اور غلط تصرفات جیسے گناہوں پر اتر آتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا "الحکیم" ہونا "العزیز" کے ساتھ مقرون ہے، چنانچہ اس کا حکم وحکمت، غلبۂ کامل کے ساتھ ہے جو ہر قسم کے ضعف یا ذلت سے پاک ہے۔ جبکہ انسانوں کا حکم یا حکمت ہمیشہ کسی نہ کسی طور ضعف وذلت کا شکار رہتا ہے۔

دوسرا قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے اسماء، اعلام واوصاف ہیں﴾

اللہ تعالیٰ کے تمام نام علَم ہیں، اس لحاظ سے کہ وہ اس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں، نیز وہ سب کے سب وصف بھی ہیں، اس لحاظ سے کہ ان تمام ناموں کے اندر معانی موجود ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ صفات کی حیثیت سے قائم ہیں۔ اب یہ سارے نام بحیثیت علَم ہونے کے، آپس میں مترادف ہیں؛ کیونکہ ان سب کا مسمّی ایک ہی ہے اور وہ اللہ عز وجل ہے، اور بحیثیت اوصاف ہونے کے یہ تمام نام آپس میں متباین ہیں کیونکہ ہر نام اپنے خاص معنی پر دلالت کررہا ہے۔

چنانچہ "الحی، العلیم، القدیر، السمیع، البصیر، الرحمن، الرحیم، العزیز، الحکیم" یہ سب ایک ہی ذات کے نام ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن "الحی" کا اپنا معنی ہے جو "العلیم" کا نہیں، اور "العلیم" کا اپنا معنی ہے جو "القدیر" کا نہیں......

واضح ہو کہ ہم نے جو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام علَم ہے اور وصف بھی، تو یہ حقیقت خود قرآن نے بتلادی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الاحقاف:۸) ترجمہ: (وہ ذات غفور رحیم ہے)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ (الکھف:۵۸)

ترجمہ: (تیرا رب غفور ہے اور رحمت والا ہے)

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''الرحیم'' بھی ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رحمت والا ہے یعنی صفتِ رحمت سے متصف ہے۔ پھر لغت اور عرفِ عام میں یہ بات اجماع کا درجہ رکھتی ہے کہ ''علیم'' اسے ہی کہا جائے گا، جس میں علم کا وصف ہو اور ''سمیع'' اسے ہی کہا جائے گا، جس میں ''سمع'' (سننے) کا وصف ہو۔ اور ''بصیر'' وہی کہلائے گا جس میں بصر (دیکھنے) کی صفت ہو۔ اور یہ بات اس قدر واضح اور صریح ہے کہ اسے ثابت کرنے کیلئے کسی دلیل کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔

اس تفصیل سے ان معطلہ کی گمراہی اور ضلالت کھل کر سامنے آگئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کو، ان سے معانی سلب کر کے مانا۔ چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ''سمیع'' ہے لیکن بلا سمع۔ ''بصیر'' ہے، لیکن بلا بصر۔ ''عزیز'' ہے، لیکن بلا عزۃ...... وھکذا۔ یعنی سمیع ہے، لیکن سنتا نہیں، بصیر ہے، لیکن دیکھتا نہیں، اور عزیز ہے، لیکن غلبہ حاصل کرنے والا نہیں۔

انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ ان اسماء کے اندر پائے جانے والے معنی یا صفت کا ثبوت تعددِ قدماء کو مستلزم ہے...... لیکن یہ علت، علیل یعنی مریض بلکہ میت ہے؛ کیونکہ قرآن وحدیث اور عقل سب کے سب اسے باطل قرار دیتے ہیں...... جہاں تک قرآن وحدیث کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ وہ ''الواحد الاحد'' (اکیلا) ہے، مگر اپنے آپ کو بہت سی صفات کے موصوف ہونے کے طور پر ذکر فرمایا، مثلاً فرمایا:

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ. اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ. وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ. ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ. فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ (البروج:۱۲تا۱۶)

ترجمہ: (یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک عظمت والا ہے۔ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے)

نیز فرمایا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی . الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی . وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی . وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی . فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی﴾ (الاعلیٰ:۱تا۵)

ترجمہ: (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر۔جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا۔اور جس نے (ٹھیک ٹھاک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی۔اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی۔پھر اسے (سکھا کر) سیاہ کوڑا کر دیا)

ان آیاتِ کریمہ میں ایک ہی موصوف کے بہت سے اوصاف مذکور ہیں،لیکن ان بہت سے اوصاف سے تعددِ قدماء لازم نہیں آتا۔

عقل بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے،چنانچہ کوئی ذات اگر بہت سی صفات سے متصف ہو تو یہ بہت سی صفات اس ذاتِ موصوف سے متباین نہیں ہیں کہ جن کو ثابت کرنے سے تعددِ موصوف لازم آتا ہو، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ ایک ہی ذاتِ موصوفہ کی مختلف ومتعدد صفات ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔اور ہر وہ شی جو موجود ہو اس میں مختلف صفات کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ اگر کسی کو ''الموجود'' کہا جائے تو اس میں صفتِ وجود (پایا جانا) آ گئی ، پھر یہ بھی کہ وہ'' واجب الوجود'' ہے یا ''ممکن الوجود'' ، نیز یہ کہ اس کا وجود ذاتی ہے جو قائم بنفسہ ہے یا ایسے وصف کے طور پر ہے کہ جو کسی شی میں پایا جائے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ''الدھر ''(زمانہ) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے؛ کیونکہ ''الــدھــر ''ایک جامد نام ہے جس میں ایسا کوئی معنی یا وصف نہیں جو اسے اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ ملحق ہونے کے لائق بنائے۔اور اس لیئے بھی کہ ''الــدھــر ''محض وقت یا زمانہ کا نام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منکرینِ قیامت کے بارہ میں فرمایا:

﴿وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِکُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾

ترجمہ: (انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے،ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں

اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارڈالتا ہے) (الجاثیۃ:۲۴)

یہاں الد ھر سے ان کی مراد وقت ہے یعنی راتوں اور دنوں کا گزرنا۔ یہاں یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو''الدھر'' کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[یؤذینی ابن آدم یسب الدهر وأنا الد هر بیدی الامر أقلب اللیل وا لنهار]

ترجمہ: [ابنِ آدم، مجھے تکلیف دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ دھر یعنی زمانے کو گالی دیتا ہے، اور دھر تو میں ہوں] (صحیح بخاری (۴۸۲۶، ۶۱۸۱، ۷۴۹۱) صحیح مسلم (۴۵۸/۵)

اس حدیث میں ایسی کوئی دلالت نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ''دھــــر'' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے؛ کیونکہ جولوگ''دھـر'' کو گالی دیتے تھے، ان کی مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ زمانہ ہوتا جو کہ حوادث ومصائب کا محل ہے۔

اس حدیث کے لفظ'' أنـا الد ھر '' کا معنی وہی ہوگا جو حدیث نے خود تفسیر کرکے یہاں بیان کردیا یعنی [بیـدی الامر أقلب اللیل والنهار] میں زمانہ ہوں...... میرے ہاتھ میں امر ہے، میں رات اور دن کو پھیرتا ہوں...... چنانچہ اللہ تعالیٰ خود دھــر نہیں ہے بلکہ دھــر اور جو کچھ اس میں ہے اس کا خالق ہے۔

اس حدیث نے یہ بھی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ''دھر ''(رات دن) کو پھیرنے والا ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ''مقلِّب''، یعنی (پھیرنے والا) مقلَّب (جس کو پھیرا جاتا ہو) بن جائے...... لہٰذا واضح ہو کہ اس حدیث میں دھر سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی میں جو صفات اور معانی ہیں وہ یا تو متعدی ہوں گے یا لازم﴾

اگر متعدی ہوں تو ان پر ایمان تین چیزوں کے اثبات سے مکمل ہوگا۔

(۱) یہ ایمان لانا کہ یہ اسم (نام) اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔
(۲) یہ ایمان لانا کہ یہ نام جس صفت کو متضمن ہے وہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے
(۳) یہ ایمان لانا کہ اس صفت کا حکم اور مقتضیٰ بھی ثابت ہے۔

اس اصل کو سامنے رکھتے ہوئے اہلِ علم نے ایک فقہی مسئلہ استخراج کیا ہے اور وہ یہ کہ وہ ڈاکو جو پکڑے جانے سے قبل توبہ کرلے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

ترجمہ: (ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم وکرم والا ہے) (المائدۃ:۳۴)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں اپنے دو نام ''غفور رحیم'' ذکر فرمائے، جن کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والے ڈاکو کے گناہ کو معاف کر دیا اور ان پر رحم فرمادیا اس طرح کہ ان کی ڈاکہ زنی کی حد ساقط کردی۔

وصفِ متعدی کی مثال: ''السمیع'' (سننے والا) ہے

اس میں پہلا واجب یہ ہے کہ ''السمیع'' کا بطورِ نام اللہ تعالیٰ کیلئے اثبات ہو۔

دوسرا واجب یہ ہے کہ ''السمیع'' کا بطورِ صفت اللہ تعالیٰ کیلئے اثبات ہو۔

تیسرا واجب یہ کہ اس کے حکم اور مقتضیٰ کا بھی اثبات ہو۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر مخفی بات اور سرگوشی کو سن لیتا ہے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَاللهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب سن رہا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے) (المجادلۃ:۱)

اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام ایسے وصف پر مشتمل ہو جو غیر متعدی یعنی لازم ہے، تو اس پر ایمان کی

تکمیل دوامور سے ہوگی۔

(۱) یہ ایمان لانا کہ یہ اسم (نام) اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔

(۲) یہ ایمان لانا کہ اس اسم کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی جو صفت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ''الحی'' (زندہ) ہے، ضروری ہے کہ ''الحی'' کو بطورِ نام اور اس کے ضمن میں جو حیاۃ کا معنی ہے اسے بطورِ صفت، اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہونے کا ایمان رکھا جائے۔

چوتھا قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی ذات وصفات پر مطابقۃً وتضمناً والتزاماً دلالت کرتے ہیں﴾

مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسمِ مبارک ''الخالق'' اس کی ذات پر، اور اس اسم کے اندر موجود صفتِ خلق پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے، جبکہ صرف اس کی ذات پر اور صرف صفتِ خلق پر تضمناً دلالت کرتا ہے......اور صفتِ علم وقدرت پر التزاماً دلالت کرتا ہے......(یعنی جو ذات خالق ہے وہ لازماً علیم بھی ہے اور قدرت والی بھی ہے)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کا ذکر کرکے، آگے فرمایا: ﴿لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّأَنَّ اللّٰہَ قَدْ أَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق:۱۲) ترجمہ: (تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے) (گویا پیدا کرنے والی ذات لازمی طور پر علم وقدرت والی ہوگی) علمی مباحث میں، دلالت التزامی ایک طالبِ علم کے بہت کام آسکتی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اسے تدبرِ معنی کا ملکہ حاصل ہو، اور اللہ تعالیٰ اسے دو حقیقتوں کے اندر پائے جانے والے تلازم کا فہم عطا فرمادے۔ اس فہم کی برکت سے وہ ایک ہی دلیل سے بہت زیادہ مسائل کا استخراج کرسکتا ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کسی فرمان کا لازم (بشرطیکہ اس کا لازم بننا صحیح

ہو) حق تصور کیا جائے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کا ہر فرمان حق ہے، اور حق کا لازم بھی حق ہوگا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول کے کلام کے لازم کو خوب جاننے والا ہے، لہٰذا وہ لازم حقیقۃً مراد ہوگا۔ [1]

البتہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کے قول سے کچھ لازم آنا مفہوم ہو رہا ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اس لزوم کو اس کے قائل کے سامنے ذکر کرے، اور وہ اس کے ذکر کردہ لازم کا انکار نہ کرے بلکہ اس کا اثبات والتزام کرے۔

مثلاً: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کا انکار کرتا ہے، اگر وہ اس شخص سے کہ جو صفاتِ فعلیہ کا اثبات کرتا ہے کہے: تمہارے اللہ تعالیٰ کیلئے صفاتِ فعلیہ ثابت کرنے سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ افعال حادث (نئے) ہیں، تو ثابت کرنے والا کہے: میں اس لازم کا قائل ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ تھا اور ہمیشہ رہے گا (اس کام کا خوب کرنے والا جس کا ارادہ کرے) اور اسکے اقوال وافعال کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ بدلیل قولہ اللہ تعالیٰ:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الكهف: ۱۰۹)

---

[1] دلالتِ مطابقی: یہ ہے کہ لفظ اپنے تمام موضوع پر دلالت کرے، جیسے انسان کی دلالت، حیوان اور ناطق دونوں کے مجموعہ پر۔ دلالتِ تضمنی: یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع کے جز پر دلالت کرتا ہے، جیسے انسان کی دلالت، صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر۔

دلالتِ التزامی: یہ ہے کہ لفظ نہ تو اپنے پورے موضوع پر دلالت کرتا ہے، اور نہ ہی اپنے موضوع کے جز پر دلالت کرتا ہے، بلکہ دلالت کرتا ہے ایسے خارج معنی پر جو موضوع کیلئے لازم ہو اور ذہن کو بھی منتقل کرتا ہو، اس خارجی معنی کی طرف موضوع کو چھوڑ کر، جیسے انسان کی دلالت قابلیتِ علم پر اور کتابت کی صنعت پر۔

ترجمہ: (کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کیلئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے پروردگار کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں)

وقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّانَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (لقمان:۲۷)

ترجمہ: (روئے زمین کے (تمام) درختوں کی اگر قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور انکے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوسکتے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے)

جب یہ بات طے ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے افعال واقوال ہمیشہ سے ہیں اور رہیں گے تو پھر ان افعال میں سے کسی فعل کا نیا ہونا، اس کے حق میں نقص کو مستلزم نہیں ہوسکتا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے بیان کردہ لازم کا ذکر کرے اور اس لازم کو ممتنع قرار دے۔

مثلاً: صفاتِ باری تعالیٰ کا منکر اگر اس شخص سے کہ جو صفاتِ باری تعالیٰ کو ثابت کرتا ہے کہے کہ تمہارے اثباتِ صفات سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں مخلوق کے مشابہ ہے، تو صفات کا اثبات کرنے والا اسے یوں جواب دے: کوئی مشابہت لازم نہیں آتی؛ کیونکہ خالق کی صفات اس کی طرف منسوب ہوکر ذکر ہوتی ہیں، مطلقاً ذکر نہیں ہوتیں کہ تیرا پیش کردہ لازم ممکن ہوسکے، جب اس کی صفات اس کی طرف نسبت کرکے ذکر ہوتی ہیں تو پھر وہ صفات اس کے ساتھ مختص ہیں اور ایسی مختص ہیں جیسی اس ذاتِ بے مثل کے لائق ہیں۔ پھر اے صفات کی نفی کرنے والے تو بھی تو اللہ تعالیٰ کیلئے ذات ثابت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس کی ذات مخلوق کی ذات کے مشابہ نہیں ہوسکتی (اور یہ درست ہے) مگر یہ بات صفات کے بارہ میں کیوں نہیں کہہ

لیتے؟ بھلا پروردگار کی ذات اور صفات میں کیا فرق ہے؟

مذکورہ دونوں حالتوں میں لازم کا حکم بالکل واضح اور ظاہر ہے (پہلی صورت میں درست اور دوسری صورت میں ممتنع ہے)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ لازم قول کے بارہ میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہو۔ چنانچہ نہ تو اس کا بصورتِ التزام ذکر ہو نہ بصورتِ منع۔ دریں حالت اس لازم کا حکم یہ ہے کہ اسے اس کے قائل کی طرف منسوب نہ کیا جائے؛ کیونکہ جب وہ اس کے سامنے ذکر کرے گا تو ممکن ہے وہ اس لازم کے ساتھ التزام قائم رکھے اور ممکن ہے ممتنع قرار دے دے......دریں صورت یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے قول ہی سے رجوع کر لے، یوں وہ لازم فاسد قرار پائے گا، اور لازم کا فساد، ملزوم کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ان دونوں احتمالوں کے وارد ہونے کی وجہ سے یہ حکم ممکن نہ رہا کہ قول کا لازم بھی قول ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال اٹھائے کہ یہ لازم تو اس کے قول کا لازم تھا، لہذا اس کے قول کی طرح ضروری ہے کہ اس کے قول کا لازم بھی اس کا قول ہو؟

ہم اس کا جواب اس طرح دیں گے کہ یہ سوال مردود ہے۔ کیونکہ انسان ایک بشر ہے اور اس کے کچھ ذاتی وخارجی حالات ہوتے ہیں جو بعض اوقات اس لازم سے ذھول وغفلت کے پیدا ہونے کا سبب بن جاتے ہیں، پھر امکانِ سہو بھی مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات فکر کی بندش اس لازم سے غفلت کا سبب بن سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مناظرے کی کسی مشکل صورتِ حال میں لازم کے بارہ میں سوچے سمجھے بغیر بات کہہ گیا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

پانچواں قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں اور ان میں عقل کی کوئی گنجائش نہیں ہے......﴾

اس قاعدہ کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے آگاہی واطلاع کیلئے کتاب

وسنت پر اکتفاء کیا جائے ،اور اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے جو کچھ ثابت ہے صرف اسے ہی قبول کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی وبیشی نہ کی جائے؛ کیونکہ عقلِ انسانی کیلئے ممکن ہی نہیں کہ وہ اس امر کا ادراک کر سکے کہ اللہ تعالیٰ کن ناموں کا مستحق ہے؟ لہذا نص (کتاب وسنت کی دلیل) پر اکتفاء کرنا ضروری ٹھہرا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (الاسراء:۳۶)

ترجمہ: (جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے)

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف:۳۳)

ترجمہ: (آپ فرمایئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں)

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا نام رکھنا جو اس نے اپنی ذاتِ مبارکہ کیلئے پسند نہیں فرمایا، یا اس کے رکھے ہوئے کسی نام کا انکار کر دینا۔ اس کے حق میں بہت بڑا ظلم ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں ادب کا پہلو اختیار کرنا اور کتاب وسنت کی دلیل پر اقتصار واکتفاء ضروری ہے۔

چھٹا قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے نام کسی مخصوص ومعین تعداد میں محصور نہیں ہیں﴾

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: [أسألك بكل اسم هو لك سميت به

نفسک أو أنزلته فی کتابک أوعلمته أحدامن خلقک أو استأثرت به فی علم الغیب عندک]

ترجمہ:[اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہرنام کے واسطے سے دعا کرتا ہوں وہ نام جوتو نے اپنی ذات کے رکھے، یاوہ نام جوتو نے اپنی کتاب میں اتارے، یاوہ نام جوتو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کوسکھادیئے، یاوہ نام جوتو نے اب تک اپنے خزانہ غیب میں محفوظ فرمارکھے ہیں......] اس حدیث کواحمد، ابنِ حبان اورحاکم نے روایت کیا ہےاور یہ حدیث صحیح ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ نام اس کےخزانہ غیب میں محفوظ ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کےعلمِ غیب میں ہواس کا حصر واحاطہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی یہ حدیث

[ان للہ تسعة وتسعین اسماً مائة الا واحدامن احصاها ''دخل الجنة'']

ترجمہ:[بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ،ایک کم سو، جوانہیں کماحقہ پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا] (صحیح بخاری مع الفتح (۲۱۸/۱۱) صحیح مسلم مع المفہم (۱۴/۷)

اس حدیث کا یہ مدلول بالکل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اس تعداد (۹۹) میں محصور ہیں۔اگر ایسا ہوتا تو حدیث کی عبارت یوں ہوتی :[اللہ تعالیٰ کے کل نام (۹۹) ہیں جوانہیں پڑھے گا وہ جنت ئیں داخل ہوگا] جبکہ حدیث کے الفاظ اس طرح نہیں وارد ہوئے ، بلکہ حدیث کے الفاظ کو دیکھتے ہوئے معنی اس طرح ہوتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے ناموں کی اس تعداد (۹۹) کی شان یہ ہے کہ جوانہیں پڑھنے کاحق ادا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔''اس مفہوم کےمطابق حدیث کے الفاظ[من أحصاها دخل الجنة] مستقل جملہ نہیں، بلکہ سابقہ جملے کی تکمیل ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ آپ کہیں: میرے پاس سودرھم ہیں جو میں نے صدقہ کیلئے رکھے ہیں۔تواس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے پاس اوردرھم نہیں ہیں جوآپ نے صدقہ کیلئے

نہیں رکھے۔

واضح ہو کہ ان ناموں کی تعیین کے سلسلہ میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے...... اور جو حدیث بسلسلۂ تعیین پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ (۳۸۲/۹) میں فرماتے ہیں:

''اھل الحدیث کا اتفاق ہے کہ (۹۹) ناموں کی تعیین کے سلسلہ میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ نبی ﷺ کے قول سے نہیں ہے''

شیخ الاسلام ص (۳۷۹) پر مزید فرماتے ہیں:

''یہ نام ولید نامی راوی نے اپنے بعض شامی شیوخ سے ذکر کیئے ہیں، جیسا کہ بعض طرقِ حدیث میں یہ واضح طور پر آیا ہے''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۲۱۵/۱۱، طبع سلفیہ) میں فرمایا ہے:

''اس حدیث کے ضعف کے سلسلہ میں علت صرف ولید کا تفرد نہیں ہے، بلکہ نقلِ متن میں اختلاف، اضطراب، تدلیس اور احتمالِ ادراج یہ ساری علتیں ہوسکتی ہیں''

اب چونکہ ان (۹۹) ناموں کی تعیین نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، لہذا اسلف صالحین سے اس تعیین کے سلسلہ میں خاصہ اختلاف منقول ہے اور بہت سے اقوال وارد ہیں۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے (۹۹) نام جو مجھ پر ظاہر ہوئے انہیں جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

قرآن مجید میں سے:

(۱) اللہ (اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے) (۲) الأحد (ایک، اکیلا)

(۳) الأعلیٰ (سب سے بلند) (۴) الأکرم (سب سے زیادہ عزت والا)

(۵) الالٰہ (معبود) (۶) الأول (سب سے پہلے)

(۷) الآخر (سب کے بعد) | (۸) الظاهر (سب سے ظاہر)
(۹) الباطن (سب سے پوشیدہ) | (۱۰) الباریٔ (پیدا کرنے والا)
(۱۱) البر (نیکی وبھلائی کرنے والا) | (۱۲) البصیر (دیکھنے والا)
(۱۳) التواب (توبہ کرنے والا) | (۱۴) الجبار (ملانے والا)
(۱۵) الحافظ (نگہبان) | (۱۶) الحسیب (حساب لینے والا)
(۱۷) الحفیظ (سنبھالنے والا) | (۱۸) الحفی (مہربانی کرنے والا)
(۱۹) الحق (سچا اور ثابت) | (۲۰) المبین (ظاہر کرنے والا)
(۲۱) الحکیم (حکمت والا، دانا) | (۲۲) الحلیم (بردبار)
(۲۳) الحمید (تعریف کیا ہوا) | (۲۴) الحی (زندہ)
(۲۵) القیوم (ہمیشہ قائم) | (۲۶) الخبیر (خبردار)
(۲۷) الخالق (پیدا کرنے والا) | (۲۸) الخلاق (پیدا کرنے والا)
(۲۹) الرءوف (شفقت کرنے والا) | (۳۰) الرحمن (مہربان)
(۳۱) الرحیم (رحم کرنے والا) | (۳۲) الرزاق (روزی دینے والا)
(۳۳) الرقیب (نگہبان) | (۳۴) السلام (سلامتی والا)
(۳۵) السمیع (سننے والا) | (۳۶) الشاکر (قدردان)
(۳۷) الشکور (قدردان، تھوڑی سی محنت پر بہت زیادہ اجر دینے والا)
(۳۸) الشہید (گواہ)
(۳۹) الصمد (بے نیاز، داتا) | (۴۰) العالم (جاننے والا)
(۴۱) العزیز (غالب) | (۴۲) العظیم (سب سے بڑا)
(۴۳) العفو (معاف کرنے والا) | (۴۴) العلیم (جاننے والا)

(۴۵) العلی (بلند)
(۴۶) الغفار (ڈھانپنے والا، بخشنے والا)
(۴۷) الغفور (بخشنے والا)
(۴۸) الغنی (بے پروا)
(۴۹) الفتاح (کھولنے والا)
(۵۰) القادر (قدرت رکھنے والا)
(۵۱) القاهر (غالب زبردست)
(۵۲) القدوس (پاک)
(۵۳) القدیر (قدرت والا)
(۵۴) القریب (نزدیک)
(۵۵) القوی (طاقت ور)
(۵۶) القهار (زبردست)
(۵۷) الکبیر (سب سے بڑا)
(۵۸) الکریم (بڑا بزرگ اور سخی)
(۵۹) اللطیف (نرمی کرنے والا)
(۶۰) المؤمن (امن دینے والا)
(۶۱) المتعالی (انتہائی بلند)
(۶۲) المتکبر (بڑائی کرنے والا)
(۶۳) المتین (زبردست، قوت والا)
(۶۴) المجیب (دعا قبول کرنے والا)
(۶۵) المجید (بزرگی والا)
(۶۶) المحیط (احاطہ کرنے والا)
(۶۷) المصور (صورت عطا کرنے والا)
(۶۸) المقتدر (مکمل قدرت رکھنے والا)
(۶۹) المقیت (روزی دینے والا)
(۷۰) الملک (بادشاہ)
(۷۱) الملیک (بادشاہ)
(۷۲) المولی (مالک، آقا)
(۷۳) المهیمن (نگہبان اور محافظ)
(۷۴) النصیر (مدد کرنے والا)
(۷۵) الواحد (یکتا و یگانہ، اکیلا)
(۷۶) الوارث (حقیقی وارث ہونے والا)
(۷۷) الواسع (کشادہ اور وسیع)
(۷۸) الودود (دوست، بھلائی چاہنے والا)
(۷۹) الوکیل (کارساز)
(۸۰) الولی (دوست مددگار)
(۸۱) الوهاب (بہت زیادہ دینے والا)

احادیثِ رسول سے

(۸۲) الجمیل (خوبصورت)	(۸۳) الجواد (بہت زیادہ سخی)
(۸۴) الحکم (فیصلہ کرنے والا)	(۸۵) الحی (زندہ)
(۸۶) الرب (پالنے والا)	(۸۷) الرفیق (دوست)
(۸۸) السبوح (پاک)	(۸۹) السید (مالک)
(۹۰) الشافی (شفاء دینے والا)	(۹۱) الطیب (پاک)
(۹۲) القابض (تنگی کرنے والا)	(۹۳) الباسط (کشادگی کرنے والا)
(۹۴) المتقدم (آگے کرنے والا)	(۹۵) المؤخر (پیچھے کرنے والا)
(۹۶) المحسن (احسان کرنے والا)	(۹۷) المعطی (عطا کرنے والا)
(۹۸) المنان (احسان کرنے والا)	(۹۹) الوتر (ایک)

بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اللہ تعالیٰ کے یہ مبارک نام منتخب کیئے ہیں۔ان میں سے (۸۱) نام قرآن مجید سے، جبکہ (۱۸) سنتِ رسول ﷺ سے حاصل ہوئے ہیں۔

البتہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ان ناموں میں ''الحفي'' کو شامل کرنے میں کچھ تأمل ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید میں مقیداً وارد ہوا ہے ﴿إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا﴾ (مریم:۴۸) اسی طرح ''المحسن'' کو اسماء حسنیٰ میں داخل کرنے میں بھی کچھ تردد ہے، کیونکہ طبرانی کی جس روایت میں اس کا ذکر ہے ہم اس کے رجال پر مطلع نہیں ہوسکے، اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسماء حسنیٰ میں ذکر کیا ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ نام اضافت کے ساتھ بھی وارد ہوئے ہیں، مثلاً: ''مالک الملک'' ''ذوالجلال والاکرام''

ساتواں قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد﴾

الحاد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر ایمان لانے سے متعلق جو واجب اور ضروری

امور ہیں ان میں سے کسی امر سے انحراف کرنا، اس الحاد کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا انکار کردیا جائے یا وہ نام جن صفات واحکام پر دلالت کررہے ہیں ان کا انکار کردیا جائے۔ گمراہ فرقہ جہمیہ اس الحاد کا مرتکب تھا، ضروری تو یہ تھا کہ ان ناموں پر وجوباً ایمان لایا جاتا، نیز یہ نام جن احکام اور صفاتِ لائقہ پر مشتمل ہیں ان پر ایمان لایا جاتا، لیکن اس گمراہ فرقے نے انکار کرکے اس الحاد اور انحراف کا ارتکاب کیا۔

(۲) الحاد کی دوسری شکل یہ ہے کہ ان ناموں کی مدلول صفاتِ باری تعالیٰ کو مخلوقات کی صفات کے مشابہ قرار دیا جائے، حالانکہ یہ تشبہ باطل ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ نصوصِ قرآن وحدیث، اس تشبیہ پر دلالت کریں، بلکہ نصوص تو ہر قسم کی تشبیہ کے باطل ہونے پر دال ہیں، تو جو یہ تشبیہ کا نظریہ اپنائے گا اس نے اسماءِ حسنیٰ میں الحاد وانحراف کا ارتکاب کیا۔

(۳) الحاد کی تیسری شکل یہ ہے کہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام رکھے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے ذکر نہیں فرمایا، جیسا کہ نصاریٰ نے ذاتِ باری تعالیٰ کو ''الأب'' یعنی باپ کا نام دیا۔ فلاسفہ نے ''العلة الفاعلة'' کا نام دیا۔ یہ سب الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں لہذا اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام تجویز کرنے والا الحاد وانحراف کا مرتکب قرار پائے گا...... نیز ان گمراہ فرقوں نے اللہ تعالیٰ کے جو نام رکھے ہیں وہ سب کے سب فی نفسہ باطل ہیں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان ناموں سے تنزیہ وپاکیزگی بیان کی جائے۔

(۴) الحاد کی چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے اپنے معبودوں کے نام اشتقاق کرنا۔ اس الحاد کے مرتکب مشرکینِ مکہ تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام ''العزیز'' سے اشتقاق کرتے ہوئے اپنے ایک معبود کا نام ''العزیٰ'' رکھ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک ''الالٰہ'' سے اشتقاق کرتے ہوئے اپنے ایک معبود کا نام ''اللات'' رکھ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام اس کے ساتھ مختص ہیں، چنانچہ اس کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ

الْحُسْنٰی﴾(طہٰ:۸)

ترجمہ:(وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں)

نیز فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾(الاعراف:۱۸۰)

ترجمہ:(اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں۔سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو)

نیز فرمایا:﴿لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾

ترجمہ:(اس کیلئے (نہایت) اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے)(الحشر:۲۴)

اب جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی عبادت والوھیت کے ساتھ مختص ہے، نیز یہ بھی اس کا خاصہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، اسی طرح اس کے تمام اسماءِ حسنیٰ اس کے ساتھ مختص ہیں اور اس حقیقت پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے روگردانی کرتے ہوئے کسی غیر کو وہ نام دینا الحاد وانحراف ہی قرار پائے گا۔

واضح ہو کہ یہ الحاد اپنی تمام اقسام کے ساتھ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملحدین کو اس انداز سے تہدید وتنبیہ فرمائی:

﴿وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

ترجمہ:(اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیئے کی ضرور سزا ملے گی)(الاعراف:(۱۸۰)

بلکہ اُدلہ شرعیہ کے بعض متقاضیات کے پیشِ نظر تو الحاد کی بعض صورتیں شرک یا کفر کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہیں۔(والعیاذ باللہ)

﴿اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانے کے قواعد﴾

پہلا قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کی صفات، صفاتِ کاملہ ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے﴾

اللہ تعالیٰ کی صفات، صفاتِ کاملہ ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے، مثلاً: صفتِ "الحیاة" "العلم" "القدرة" "السمع" "البصر" "الرحمة" "العزة" "الحکمة" "العلو" یعنی بلند ہونا۔ "العظمة" وغیرہ

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے صفاتِ کمال ہونے پر قرآن وحدیث، عقل اور فطرت سب دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (النحل:٦٠)

ترجمہ: (آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی ہی بُری مثال ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے تو بہت بلند صفت ہے، وہ بڑا ہی غالب اور باحکمت ہے)

تو اللہ تعالیٰ کیلئے المثل الاعلیٰ ہے جس سے مراد سب سے اعلیٰ واکمل وصف ہے۔

عقل کی دلالت اس طرح ہے کہ تمام موجودات کا وجود حقیقت ہے، لہذا یقینی طور پر ہر موجود کی کچھ صفات ہونگی اب وہ صفات یا تو کمال ہیں یا نقص کے ساتھ ہیں...... اللہ تعالیٰ کی صفات کا صفاتِ نقص ہونا باطل ہے؛ کیونکہ (جس ذات کی وہ صفات ہیں) وہ ذاتِ رب کامل ہے جو تمام عبادات کا مستحق ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے معبود ہونے کا ابطال اس دلیل سے کیا کہ تمام کے تمام عجز ونقص کے ساتھ متصف ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّايَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْن﴾ (الاحقاف:٥)

ترجمہ:(اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ انکے پکارنے سے محض بے خبر ہوں)

نیز فرمایا:﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَایَخْلُقُوْنَ شَیْئًاوَهُمْ یُخْلَقُوْنَ . أَمْوَاتٌ غَیْرُ أَحْیَاءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ أَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾(النحل:۲۰،۲۱)

ترجمہ:(اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیئے ہوئے ہیں۔مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے)

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابراھیم علیہ السلام کا قول پیش کیا جو اپنے باپ پر اس طرح حجت قائم فرمارہے ہیں:

﴿یَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَایَسْمَعُ وَلَایُبْصِرُ وَلَایُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا﴾(مریم:۴۲)

ترجمہ:(اے ابا! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کررہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچاسکیں)

نیز اپنی قوم پر اس طرح حجت قائم فرمارہے ہیں:﴿أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَایَضُرُّکُمْ . أُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

ترجمہ:(کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچاسکیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔کیا تمہیں اتنی سے بھی عقل نہیں)(الانبیاء:٦٦،٦٧)

پھر حس اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مخلوق کی بھی کچھ صفات،صفاتِ کمال ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی دَین اور عطا ہے تو کمال عطا فرمانے والی ذات خود بالاولیٰ کمال کی مستحق اور اس کے ساتھ متصف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے صفاتِ کمال ہونے پر فطرت کی دلالت بھی موجود ہے، اور وہ اس طرح کہ فطرتِ سلیمہ فطری اور جبلی طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت، تعظیم اور عبادت پر قائم ہے.....تو پھر یہ جبلت اور فطرت اسی ذات کیلئے محبت، تعظیم اور عبادت بجالائے گی جس کے بارہ میں اسے یقین ہو کہ وہ صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے، اور وہ صفات ایسی ہیں جو اس کی ربوبیت اور الوہیت کے لائق ہیں۔

جو صفت، صفتِ نقص ہوگی اور کمال سے خالی ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ہوگی، مثلاً: موت، جہل، نسیان، عاجزی، اندھاپن، بہراپن وغیرہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ﴾ (الفرقان:۵۸)

ترجمہ: (اس ہمیشہ زندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں)

اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا: ﴿فِيْ كِتَابٍ لَايَضِلُّ رَبِّيْ وَلَايَنْسٰى﴾

ترجمہ: (ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے، نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے) (طٰہٰ:۵۲)

نیز فرمایا: ﴿وَمَاكَانَ اللهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَافِي الْاَرْضِ﴾ (الفاطر:۴۴)

ترجمہ: (اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اسے ہرادے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں)

نیز فرمایا: ﴿أَمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ (الزخرف:۸۰)

ترجمہ: (کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے (یقیناً وہ برابر سن رہے ہیں) بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں)

رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا: [انه أعور وان ربكم ليس بأعور]

ترجمہ: (بے شک دجال کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں)]

نیز فرمایا: [أيها الناس اربعوا على انفسكم فانكم لاتدعون أصم ولا غائبا]

ترجمہ: [اے لوگو! پرسکون رہو، تم کسی ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری ہے اور نہ ہی ایسی ذات کو جو غائب ہے]

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو شدید عذاب سے دوچار کرنے کی وعید سنائی جو اللہ تعالیٰ کو کسی صفت نقص سے موصوف کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ﴾ (المائدة: ٦٤)

ترجمہ: (اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے)

نیز فرمایا: ﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَاقَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ (آل عمران: ١٨١)

ترجمہ: (یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی، اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والے عذاب چکھو!)

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی باتوں سے کہ جو اللہ تعالیٰ کو نقائص سے متصف کرتے ہیں اپنی تنزیہ اور پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ . وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ (الصافات: ١٨٠تا١٨٢)

ترجمہ: (پاک ہے آپ کا رب جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان

کرتے ہیں ۔پیغمبروں پر سلام ہے ۔اور سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے)

نیز فرمایا:﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾(المؤمنون:٩١)

ترجمہ:(نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا ۔جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں اللہ ان سے پاک (اور بے نیاز) ہے)

واضح ہو کہ کوئی ایسی صفت جو بعض حالات میں صفتِ کمال ہو، اور بعض حالات میں صفتِ نقص ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں نہ تو مطلق جائز ہوگی، اور نہ ہی مطلق ممتنع ہوگی ۔ چنانچہ نہ تو اس کا اللہ تعالیٰ کے حق میں مطلقاً اثبات جائز ہے، اور نہ ہی اسکی اس سے مطلق نفی جائز ہے ۔ بلکہ اس سلسلہ میں تفصیل اختیار کرنی ضروری ہے، اور وہ یہ کہ وہ صفت جس صورت میں صفتِ کمال ہوگی اس صورت میں اسے اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرنا جائز ہوگا اور جس صورت میں وہ صفتِ نقص ہوگی اس صورت میں اس کا اللہ تعالیٰ کیلئے اثبات ممتنع ہوگا ۔مثلاً: صفتِ مکر، کید، اور خداع (دھوکہ) وغیرہ ۔ یہ صفات اس وقت صفاتِ کمال قرار پائیں گی اور اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کی جائیں گی جب ان کا استعمال مقابلۃً ہو ۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ صفات ان لوگوں کے مقابلے میں ذکر ہوں جو اس قسم کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے روا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں (مثلاً: وہ اللہ تعالیٰ سے مکر، کید یا خداع کا معاملہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی انکے ساتھ مکر، کید یا خداع کا معاملہ فرماتا ہے) یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے، بلکہ اپنے دشمنوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ بلکہ اس سے بھی سخت کرنے پر قادر ہے جیسا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

اور یہ صفات (مکر، خداع وغیرہ) اگر بصورتِ مقابلہ مذکور نہ ہوں تو پھر یہ صفاتِ نقص ہونگی،

جن کا اللہ تعالیٰ کیلئے اثبات ناجائز ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کو اپنے لیئے علی سبیل الاطلاق ذکر نہیں فرمایا، بلکہ ان لوگوں کے مقابلے میں ذکر فرمایا جو اس کے یا اس کے رسولوں کے ساتھ اس نوع کا معاملہ روا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل آیاتِ کریمہ ملاحظہ ہوں:

﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (الانفال:۳۰)

ترجمہ: (وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے)

﴿إِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا . وَأَكِيْدُ كَيْدًا﴾ (الطارق:۱۵،۱۶)

ترجمہ: (البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں۔ اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں)

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ . وَأُمْلِيْ لَهُمْ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ (الاعراف:۱۸۲،۱۸۳)

ترجمہ: (اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لیئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔ اور ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے)

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ (النساء:۱۴۲)

ترجمہ: (بے شک منافق اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے)

﴿قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُوْنَ . اَللهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ (البقرۃ:۱۴،۱۵)

ترجمہ: (کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے)

واضح ہو کہ ایک صفت (خیانت) ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے

ساتھ خیانت کا معاملہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کا معاملہ کرتے ہیں، بلکہ یوں فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کا معاملہ کرتے ہیں اللہ انہیں پکڑے گا۔

ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (الانفال:۷۱)

ترجمہ: (اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ اس سے پہلے خود اللہ کی خیانت کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا، اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے)

اس لیئے کہ صفتِ خیانت ہمیشہ صفتِ نقص ومذمت ہی رہے گی؛ کیونکہ خیانت سے مراد مقامِ امانت میں دھوکہ کرنا ہے۔ یہ صفتِ مذمت ہے جس کا کسی بھی صورت اللہ تعالیٰ کیلئے اطلاق واستعمال جائز نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض عامۃ الناس کا یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ خیانت کا معاملہ فرماتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرتے ہیں، محض باطل، قابلِ انکار، اور صریح غلط ہے۔ اس سے رکنا اور روکنا واجب ہے۔

دوسرا قاعدہ

صفاتِ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا دائرہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء کے دائرے سے وسیع ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام کسی صفت کے ضمن پر مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ اسماء کے سلسلہ میں قاعدہ نمبر (۲) میں بیان ہو چکا۔

اسکے علاوہ بھی بہت سی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے افعال سے متعلق ہیں اور اس کے افعال کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اسی طرح اسکے اقوال کی بھی کوئی انتہاء نہیں ہے (لہذا صفات کا باب اسماء کے باب سے کہیں زیادہ وسیع ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ

مَّا نَفِدَتۡ كَلِمَاتُ اللهِ اِنَّ اللهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ (لقمان:۲۷)

ترجمہ: (روئے زمین کے (تمام) درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور انکے بعد سات سمندر اور ہوں تا ہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے)

اور مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت ''المجیء'' اور ''الإتیان'' جو آنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی طرح صفتِ ''الأخذ'' و ''الإمساک'' و ''البطش'' جو پکڑنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت ہیں اور اس جیسی اور اتنی صفات ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا...... یہ صفات قرآن وحدیث میں ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ﴾ (الفجر:۲۲) ترجمہ (تیرا رب خود آ جائے گا)

اور فرمایا: ﴿هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمُ اللهُ فِىۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ﴾ (البقرة:۲۱۰)

ترجمہ: (کیا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس خود اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں آ جائے)

اور فرمایا: ﴿فَاَخَذَهُمُ اللهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ﴾ (الانفال:۵۲)

ترجمہ: (اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا)

اور فرمایا: ﴿ وَيُمۡسِكُ السَّمَاءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ﴾ (الحج:۶۵)

ترجمہ: (وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی اجازت کے بغیر گر نہ پڑے)

اور فرمایا: ﴿اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ﴾ (البروج:۱۲)

ترجمہ: (یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے)

اور فرمایا: ﴿يُرِيۡدُ اللهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ﴾ (البقرة:۱۸۵)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:[وينزل ربنا الى السماء الدنيا](متفق علیہ)

ترجمہ:[اور ہمارا رب آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے]

ہم ان تمام صفات کو، جس طرح کہ وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں، لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کے نام نہیں بناتے۔ چنانچہ ان صفات کو سامنے رکھ کے یہ کہنا ناجائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام "الجائی" یا "الآتی" یا "الآخذ" یا "الممسک" یا "الباطش" یا "المريد" یا "النازل" ہیں۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کی جاسکتی ہیں، اوران تمام افعال کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے۔

تیسرا قاعدہ

﴿صفاتِ باری تعالیٰ کی دوقسمیں ہیں: ثبوتیہ اور سلبیہ۔﴾

صفاتِ ثبوتیہ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بیان فرمادیا۔ یہ تمام صفات، صفاتِ کمال ہیں، جن میں کسی طرح کا کوئی نقص نہیں ہے جیسے:

"الحياة" "العلم" "القدرة" "الاستواء على العرش" "النزول الى السماء" (یعنی: آسمان کی طرف نزول فرمانا) "الوجه" (یعنی: چہرہ) اور "اليدين" (یعنی: دو ہاتھ) وغیرہ۔

ان صفات کو اللہ تعالیٰ کیلئے حقیقۃً ثابت کرنا واجب ہے، ایسی صورت وکیفیت کے ساتھ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لائق ہے، اوراس پر نقلی وعقلی دلیل موجود ہے۔

نقلی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور اسکی کتاب پر جو اس نے

اپنے رسول ﷺ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اسکے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا گرا)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی تمام صفات پر ایمان لانے کو متضمن و مشتمل ہے۔ نیز کتاب، جو کہ رسول پر نازل ہوئی، پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات پر ایمان لانے کو متضمن ہے جو اس کتاب میں بیان ہوئیں۔

اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ضمن میں ہر اس چیز کو قبول کرنا آئیگا جو آپ ﷺ نے اپنے بھیجنے والے کے بارہ میں بتائی، اور وہ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان تمام صفات سے متصف ہونے کی خبر دی، اور وہ اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے اور سب سے سچی اور سب سے خوبصورت بات کہنے والا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے بارہ میں جو بھی خبر دی، اس کا بلاتردد اقرار واثبات واجب ہے؛ کیونکہ کسی بھی خبر میں تردد تو اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب وہ خبر ایسے شخص سے صادر ہو جس کا جاہل ہونا یا جھوٹا ہونا ممکن ہو، یا پھر وہ ایسا عاجز ہو کہ اسے اپنے مافی الضمیر کو صحیح طریقے سے بیان کرنے پر قدرت نہ ہو، اور یہ تینوں عیب اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ومحال ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کی ہر خبر قبول کرنا واجب ہے۔

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو بھی خبر دی اسے بعینہ اسی طرح قبول کرنا واجب ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اپنے پروردگار کو جاننے والے، سب سے زیادہ سچی خبر دینے والے، سب سے بڑھ کر خیر خواہی کے جذبات رکھنے والے اور سب سے بڑے فصیح البیان تھے۔

صفاتِ سلبیہ، وہ صفات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی فرمادی، اس نفی کا ذکر

کتاب اللہ میں یا سنتِ رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے۔ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے حق میں صفاتِ نقص ہیں، مثلاً: موت، نیند، جہل، نسیان، عجز، تعب (تھکاوٹ) وغیرہ۔

ان تمام صفات کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا ضروری ہے اور وہ اس طرح کہ جو ان کی ضد ہے، ان کا اللہ تعالیٰ کیلئے کامل واکمل طریقہ سے ثابت ہونے کا ایمان رکھا جائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے جس صفت کی نفی فرمائی، اس سے مراد اس صفت کے منتفی ہونے کا بیان ہے، اس لیئے کہ اس صفت کی ضد اللہ تعالیٰ کیلئے بطریق کامل ثابت ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے اگر کسی صفت کی نفی فرمائی تو اس سے مجرد نفی مراد نہیں ہے؛ کیونکہ کسی صفت کی خالی نفی کر دینا کمال نہیں ہے، کمال تب ہوگا جب اس نفی کے ضمن میں ایسی حقیقت ہو جو کمال پر دلالت کر رہی ہو...... مجرد نفی تو عدم ہے اور عدم تو لاشی ہے چہ جائیکہ کسی کمال پر قائم ہو، پھر بعض اوقات کسی سے کسی صفت کی نفی اس لیئے بھی کیجاتی ہے کہ اس چیز میں اس صفت کے رکھنے کی قابلیت وصلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ مثلاً: اگر آپ یوں کہیں: دیوار ظلم نہیں کرتی...... تو یہ نفی دیوار کیلئے کسی کمال کا باعث نہیں ہے۔ بعض اوقات کسی شخص سے کسی صفت کی نفی اس لیئے بھی کی جاتی ہے کہ وہ شخص اس صفت کے قائم رکھنے سے عاجز ہے، تو یہ اس شخص کے حق میں نقص ہوگا۔ جیسے کسی شاعر نے کہا:

قبیلتهم لایغدرون بذمة ولایظلمون الناس حبة خردل

ترجمہ: ان کا قبیلہ کسی عہد میں غدر نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں پر ایک رائی کے دانے کے برابر ظلم کرتا ہے۔

اس قبیلے سے غدر یا ظلم کی نفی اس لیئے کی کہ ان میں اتنی جرأت وہمت ہی نہیں کہ وہ یہ کام کر سکیں تو یہ نفی ان کے حق میں نقص ہی ظاہر کر رہی ہے نہ کہ ان کی تعریف۔

ایک اور شاعر نے کہا:

لکن قومی وان کانوا ذوی عد د   لیسوا من الشر فی شئ وان ھانا

ترجمہ: لیکن میری قوم اگر چہ وہ تعداد میں اچھی خاصی ہے، مگر لڑنے میں کچھ بھی نہیں، خواہ لڑائی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ (یہاں بھی اس قوم سے لڑائی کی نفی ان کی تعریف پر دلالت نہیں کر رہی بلکہ شاعر کا کہنا یہ ہے کہ ان میں لڑنے کی ہمت وطاقت ہی نہیں ہے۔ تو گویا یہ نفی ان کے حق میں نقص ہے جوان کی کمزوری پر دلالت کر رہی ہے۔)

(بہر حال اللہ تعالیٰ سے کسی صفت کی نفی کا معنی تب ہی مکمل ہوگا جب اس منفی صفت کی ضد بطریقِ کمال اس کیلئے ثابت کی جائے)

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَايَمُوتُ﴾

ترجمہ: (اس ہمیشہ زندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں) (الفرقان: ۵۸)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ سے صفتِ موت کی نفی ہے لیکن اس طرح کہ اسکی ضد یعنی (حیات) اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کیلئے ثابت ہے..... تو موت کی نفی اس لیئے ہے کہ وہ کمالِ حیات کی صفت سے متصف ہے۔

ایک اور مثال: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَلَايَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ الکھف: ۴۹)

ترجمہ: (تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہ کرے گا)

یہاں تو اللہ تعالیٰ سے صفتِ ظلم کی نفی ہے، اور یہ نفی اس لیئے ہے کہ وہ ذات، ظلم کی ضد یعنی کمالِ عدل کی صفت سے متصف ہے۔

تیسری مثال: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَافِي الْاَرْضِ ﴾ (الفاطر: ۴۴)

ترجمہ: (اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرادے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں)

یہاں اللہ تعالیٰ سے صفتِ عجز کی نفی ہے، اس لیئے کہ وہ ذات عجز کی ضد یعنی کمالِ علم اور کمالِ

قدرت کی صفت سے متصف ہے۔

اس لیئے آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿ اِنَّهُ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ (الفاطر:۴۴)

ترجمہ: (وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے)

کیونکہ عجز کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے کہ بندہ اسبابِ ایجاد سے ناواقف ہوتا ہے یا اسباب سے تو آگاہ ہوتا ہے قدرتِ ایجاد نہیں پاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ تو کمالِ علم اور اور کمالِ قدرت کی صفات سے متصف ہے، لہذا اسے آسمان وزمین کی کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔

چوتھا قاعدہ

﴿ صفاتِ ثبوتیہ، صفاتِ مدح وکمال ہیں ﴾

صفاتِ ثبوتیہ، صفاتِ مدح وکمال ہیں۔ یہ صفات جس قدر زیادہ ہوں گی اور ان کی دلالت میں جس قدر تنوع ہوگا اس قدر ان صفات کے موصوف کا کمال ظاہر ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارہ میں جن صفاتِ ثبوتیہ کی خبر دی ہے وہ صفاتِ سلبیہ سے کہیں زیادہ ہیں، قرآن وحدیث کا علم رکھنے والوں کو یہ بات بخوبی معلوم ہے۔

صفاتِ ثبوتیہ کا ذکر تو جابجا ملتا ہے، مگر صفاتِ سلبیہ کا ذکر غالباً مندرجہ ذیل احوال میں کیا جاتا ہے

(۱) جہاں اللہ تعالیٰ کے عمومِ کمال کا ذکر مقصود ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ:۱۱) ترجمہ: (اس جیسی کوئی چیز نہیں)

اور یہ فرمان: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الاخلاص:۴)

ترجمہ: (نہ کوئی اسکا ہمسر ہے)

(۲) صفاتِ سلبیہ کے ذکر کا دوسرا مقام یہ ہے کہ جھوٹے لوگ اللہ تعالیٰ کے حق میں جو غلط باتیں منسوب کرتے ہیں ان کی نفی مقصود ہو...... جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا . وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾

(مریم:۹۱،۹۲) ترجمہ:(کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھیں۔شانِ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے)

(۳)صفاتِ سلبیہ کے ذکر کا تیسرا مقام یہ ہے کہ کسی امرِ معین کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے کمال میں کسی قسم کے نقص کا وہم پیدا ہو رہا ہو تو اس وہم کے دفع وازالہ کیلئے صفتِ سلبیہ ذکر کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ﴾(الدخان:۳۸)

ترجمہ:(ہم نے زمین اور آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾(ق:۳۸)

ترجمہ:(یقیناً ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں)

پانچواں قاعدہ

﴿اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ کی دوقسمیں ہیں:

〈۱〉 صفاتِ ذاتیہ 〈۲〉 صفات فعلیہ

صفات ذاتیہ :وہ صفات ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متصف ہے،اور ہمیشہ متصف رہے گا۔جیسے"العلم، القدرة، السمع، البصر، العزة، الحكمة، العلو، العظمة "ان میں سے کچھ صفاتِ خبریہ ہیں،جیسے" الوجه(چہرہ)اليدين (دوہاتھ) العينين (دوآنکھیں)"

صفات فعلیہ :وہ صفات ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت وچاہت سے ہے۔

چاہے وہ کرے اور چاہے نہ کرے۔مثلاً:''عرش پر مستوی ہونا یا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانا''

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں جو ذاتی بھی ہو سکتی ہیں اور فعلی بھی،مثلاً:صفتِ کلام:یہ صفت باعتبارِ اصل صفتِ ذاتیہ ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے،اور ہمیشہ متکلم رہے گا، لیکن کسی کلام کے کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے یہ صفتِ فعلیہ ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا اس کی مشیت کے تابع ہے،جب چاہے،جو چاہے کلام فرمالے (اس لحاظ سے صفتِ فعلیہ ہوئی) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾

ترجمہ:(وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا،وہ اسی وقت ہو جاتی ہے)(یس:۸۲)

اللہ تعالیٰ کی ہر وہ صفت جس کا تعلق اس کی مشیت سے ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تابع ہے،یہ حکمت کبھی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے،اور کبھی ہم اس کی معرفت وادراک سے عاجز ہوتے ہیں،البتہ کامل یقین کی حد تک یہ علم ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی مشیت فرمانا اس کی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی نکتہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾(الانسان:۳۰)

ترجمہ:(اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے،بیشک اللہ تعالیٰ علم والا باحکمت ہے)

چھٹا قاعدہ

اللہ تعالیٰ کی صفات کے اثبات کے سلسلہ میں دو انتہائی خطرناک اعتقادی گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔(۱) تمثیل (۲) تکییف

تمثیل:سے مراد بندے کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جو صفات ثابت ہیں وہ مخلوقات کی صفات کے مماثل ہیں۔یہ عقیدہ بدلیل نقل وعقل باطل ہے۔

نقلی دلیل:اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾(الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: (اس جیسی کوئی چیز نہیں)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ أَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل:١٧)

ترجمہ: (تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴾ (مریم:٦٥)

ترجمہ: (کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام ہم پلہ اور بھی ہے؟)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾ (الاخلاص:٤)

ترجمہ (اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے)

عقلی دلیل: عقلی دلیل کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی وجہ: یہ کہ بداھۃً وضرورۃً یہ بات معلوم ہے کہ خالق ومخلوق کی ذات میں بڑا فرق اور تباین ہے......اور ذات کا یہ فرق صفات کے فرق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ صفت ہمیشہ اپنے موصوف کے لائق شان ہوتی ہے۔ صفات کا یہ فرق مختلف الذات مخلوقات میں نمایاں نظر آتا ہے، چنانچہ ایک اونٹ کی قوت، ایک چیونٹی کی قوت سے مختلف ہے......تو جب مختلف مخلوقات صفات کے لحاظ آپس میں فرق رکھتی ہیں حالانکہ ممکن الوجود اور حادث ہونے میں سب مشترک ہیں تو پھر خالق اور مخلوق کی صفت میں پایا جانے والا فرق کتنا واضح اور قوی ہوگا

دوسری وجہ: یہ کہ وہ رب جو پوری کائنات کا خالق ہے اور تمام وجوہ سے کامل واکمل ہے اپنی صفات میں اس مخلوق کے مشابہ کیسے ہوسکتا ہے جو اس کی مربوب ہے۔ محض ناقص ہے اور اپنی تکمیل میں اس کی محتاج ہے۔ مشابہت کا یہ عقیدہ خالق کائنات کے حق میں تنقیص کے مترادف ہوگا؛ کیونکہ کامل کو ناقص سے تشبیہ دینا، اس کامل کو ناقص قرار دینا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ ہم مختلف مخلوقات کی بعض ایسی صفات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو نام کی حد تک متفق ہوتی ہیں مگر ان کی حقیقت وکیفیت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً: انسان کا بھی ہاتھ ہے

اور ہاتھی کا بھی ہاتھ ہے، لیکن انسان کا ہاتھ ہاتھی کے ہاتھ جیسا نہیں ہے۔ انسان کی قوت وطاقت اونٹ کی قوت جیسی نہیں ہے۔ حالانکہ نام ایک ہی ہے، یہ بھی ہاتھ ہے اور وہ بھی ہاتھ ہے...... یہ بھی قوت ہے اور وہ بھی قوت ہے۔ مگر دونوں کی کیفیت اور وصف میں بڑا فرق ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نام کے ایک ہونے سے حقیقت ایک نہیں ہو جاتی۔

واضح ہو کہ تمثیل کا جو معنی ہم نے بیان کیا، اسی معنی میں لفظِ تشبیہ بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن بعض علماء نے دونوں لفظوں میں فرق بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک تمثیل سے مراد تمام صفات میں برابری پیدا کرنا، جبکہ تشبیہ سے مراد اکثر صفات میں برابری پیدا کرنا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کے باب میں نفیِ تمثیل کی تعبیر زیادہ بہتر ہے تاکہ قرآن حکیم کی موافقت حاصل ہو جائے یعنی فی قولہ تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾

تکییف: سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرنا، یعنی بندے کا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت اس طرح اور اس طرح ہے۔ اس کیفیت کو کسی مماثل کے ساتھ مقید نہ کرے (کیونکہ مماثل کے ساتھ مقید کرنا تمثیل کہلاتا ہے)

اللہ تعالیٰ کی صفات کے سلسلہ میں کیفیت بیان کرنے کا عقیدہ بھی بدلیلِ نقل وعقل باطل ہے۔

نقلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ (طہ:۱۱۰)

ترجمہ: (مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا﴾ (الاسراء:۳۶)

ترجمہ: (جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے)

یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت کا کوئی علم نہیں ہے، کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی صفات کی خبر تو دی ہے، لیکن صفات کی کیفیت نہیں بتلائی، لہٰذا ہمارا اپنی طرف سے کیفیت بیان کرنا ایک ایسی بے مقصد گفتگو قرار پائے گا جس کا نہ تو ہمیں علم ہے اور نہ ہی ہمارے لیئے اس کا احاطہ ممکن ہے۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ ایک شئ کی صفات کی کیفیت کی معرفت تب ہی ممکن ہوسکتی ہے جب اس کی ذات کی کیفیت کا علم ہو یا اس ذات کی کیفیت کا علم تو نہ ہو لیکن اس کی کسی ہم مثل ومساوی شئ کا علم ہو، اور یا پھر کسی خبرِ صادق کے ذریعہ وہ کیفیت بتا دی جائے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت کے بارہ میں یہ سارے طرق منتفی ہیں، لہٰذا ان صفات کی کیفیت بیان کرنے کا عقیدہ قطعاً وحتماً باطل ہوگیا۔

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی صفات کی کس کیفیت کو ذہن میں بٹھاؤ گے؟؟؟ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی جو بھی کیفیت تمہارے ذہن میں ہو، اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بڑا اور عظمت وجلالت والا ہے۔ تو پھر لامحالہ جو کیفیت اپنے ذہن میں لاؤ گے تم اس میں جھوٹے ہو گے، کیونکہ تمہارے پاس کیفیت کا کوئی علم نہیں ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تکییف سے یکسر باز آجائے، نہ اس کی کیفیت کا دل میں تصور لائے، نہ زبان سے بیان کرے، نہ قلم سے تحریر کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش کی کیفیت کیا ہے؟ تو (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور پسینے میں شرابور ہوگئے، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش معلوم ہے، لیکن کیفیت معلوم نہیں، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے۔[1] امام مالک رحمہ اللہ کے شیخ ربیعہ سے بھی اسی

---

[1] اس اثر کو امام بیہقی نے الاسماء والصفات (۲/۱۵۱) اور امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ (۲/۳۹۸) اور امام ذہبی نے ''العلو'' میں ذکر فرمایا ہے، شیخ السلام نے صحیح اور ثابت کہا ہے، شیخ البانی نے مختصر العلو میں صحیح کہا ہے۔

طرح کا قول منقول ہے یعنی: استواء علی العرش معلوم ہے اور کیفیت غیر معلوم ہے۔

تو جب صفات کی کیفیت شریعت نے بیان نہیں کی، اور ہماری عقل میں بھی یہ کیفیت نہیں آسکتی تو پھر تکییفِ صفات سے گریز ضروری ہوگیا...... لہذا کیفیت بیان کرنے، یا اس قسم کی کوئی بھی کوشش کرنے سے بچو۔ اور اچھی طرح بچو۔ اور جان لو کہ اگر تم نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو ایک ایسے خطرناک صحراء میں داخل ہو جاؤ گے جس سے خلاصی اور چھٹکارے کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ اور اگر کبھی کیفیتِ صفات کا کوئی خیال دل میں پیدا ہو تو سمجھ جاؤ کہ شیطان اپنا وار کرنے کی کوشش کر رہا ہے، فوراً اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ولاچار ہو جاؤ کہ وہ تمہارا مرکزِ پناہ ہے، اور اس کے بعد وہی کچھ کرتے جاؤ جو اللہ تعالیٰ حکم دے کہ وہ بہترین طبیب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ (فصلت:۳٦)

ترجمہ: (اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا ہے)

ساتواں قاعدہ

﴿ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات توقیفی ہیں،

جن کے اثبات میں عقل کو کوئی دخل حاصل نہیں ﴾

لہذا ہم اللہ تعالیٰ کیلئے صرف ان صفات کو ثابت کریں گے جن کے اثبات پر کتاب وسنت کی دلیل موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صرف وہی صفت بیان کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے بیان فرمادی، یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادی، اس سلسلہ میں قرآن وحدیث سے تجاوز جائز نہیں ہوگا۔ (اسماء کے سلسلہ میں قاعدہ نمبر (۵) دیکھیئے)

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کے اثبات کیلئے قرآن وحدیث میں تین صورتیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی صفت صراحت کے ساتھ بیان ہو۔مثلاً:صفتِ" العزة، الرحمة، البطش، الوجه ،اور الیدین "وغیرہ

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مذکور ہوں،ان اسماء کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہوتی ہے۔مثلاً:''الغفور ''اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اوراس کے ضمن میں صفتِ مغفرت ہے۔''السمیع'' اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اوراسکے ضمن میں صفتِ سمع ہے۔(اس سلسلہ میں اسماء کا قاعدہ نمبر(۳) دیکھیئے۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل یا وصف مذکور ہو جو اللہ تعالیٰ کی صفت پر دلالت کرتا ہو۔مثلاً: اللہ تعالیٰ کا استویٰ علی العرش یا اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمانا یا اللہ تعالیٰ کا مجرمین سے انتقام لینا۔

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ تمام افعال وصفات بالترتیب درج ذیل نصوص سے ثابت ہو رہے ہیں(اور یہ تمام افعال وصفات اللہ تعالیٰ کی صفات کو متضمن ہیں۔)

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ:۵)

ترجمہ:(جو رحمٰن ہے،عرش پر قائم ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[ینزل ربنا الی السماء الدنیا]

ترجمہ:[ہمارا رب آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾(الفجر:۲۲)

ترجمہ:(تیرا رب(خود)آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر(آجائیں گے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾(السجدة:۲۲)

ترجمہ:(یقین مانو)کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں)۔